ربیع الثانی، جمادی الاولی
علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ
دسمبر 2020

ماہ نامہ

ذوق شوق

کراچی

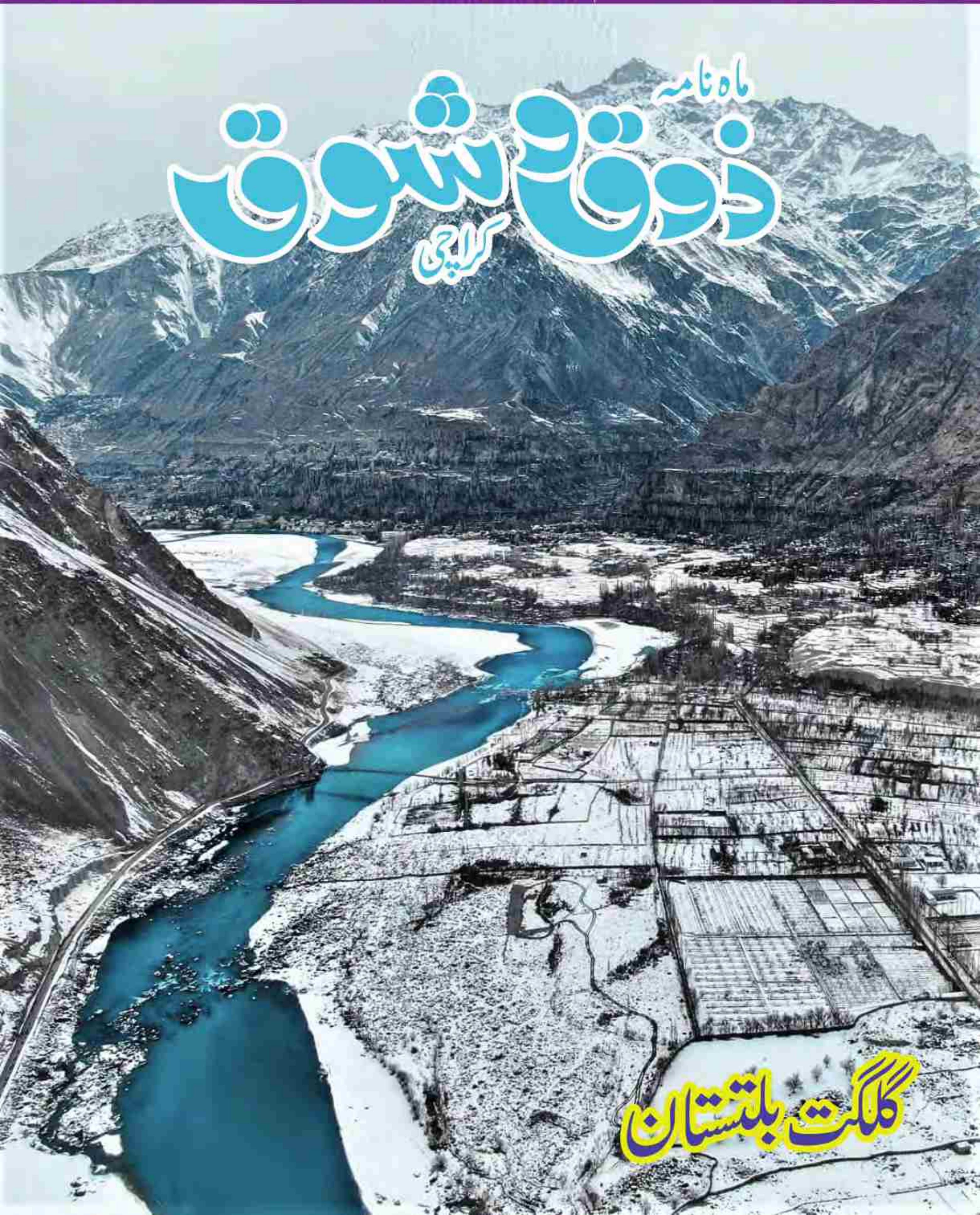

گلگت بلتستان

J.
FRAGRANCES
POUR FEMME
An elusive fragrance, J. Pour Femme reflects the persona and charisma of a woman who is determined and self reliant. It is the best pick of this summer, for those who value their uniqueness and individuality.
J.
POUR FEMME
EAU DE PARFUM
Available on the App Store
GET IT ON Google Play
Shop online at www.junaidjamshed.com
J.Fragrances
J.JunaidJamshed
FragrancesJ
J.Fragrances

YoungsFood
Young's
Success Ka Secret
Maa Ke Haath Ka Pyaar Aur...
Young's
Chicken Spread
يونغز دجاج قابلة للدهن
Power of 5
Real Chicken Chunks
200ml
Young's
Chicken Spread
Bar-B-Que
يونغز دجاج قابلة للدهن
باربي كيو
ALSO AVAILABLE IN BBQ FLAVOUR
Full Nutrition, Complete Meal!

Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
IMLI GINGER SAUCE
BAR-B-Q SAUCE
GREEN CHILLI SAUCE
GARLIC CHILLI SAUCE
SHANGRILA KETCHUP AND SAUCES
TASTY!
DELICIOUS!
KHAANON KAY MUST HAVES!
TOMATO KETCHUP
Tantalize your taste buds
SMART PACK
www.shangrila.com.pk
shangrilaPakistan
ShangrilaPakistan

پیغامِ الٰہی جل جلالہ

عبدالعزیز

(مفہوم آیت: ۷۹ از سورۂ بقرہ)

"سو بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے ذریعے تھوڑا سا مال حاصل کر لیں۔ سو ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے ان کے ہاتھوں سے (ایسا کچھ) لکھنے کی وجہ سے اور بڑی ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے اپنی (اس) کمائی کی وجہ سے۔"

عزیز دوستو! اس آیت میں یہودی علما کی بدعملی اور دنیا کی محبت کی وجہ سے ان کی بربادی کا تذکرہ ہے۔ یہودیوں کے اہلِ علم کے پاس عوام مسئلہ معلوم کرنے آتے اور ساتھ ہی رشوت بھی دیتے تو یہ آنے والے کی مرضی کے مطابق اپنی طرف سے جواب دے دیتے اور اپنے ہاتھ سے لکھ بھی دیتے۔ عوام کو یہ بتلاتے کہ یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہی ہے اور تورات شریف میں بھی یوں ہی نازل ہوا ہے۔ اور جو رشوت نہ لاتا، اس کے لیے مسئلے میں ردوبدل نہ کرتے۔

یعنی یہ اہلِ علم دو گناہوں کے کرنے والے تھے، ایک اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں تبدیلی کرنا اور دوسرا رشوت لینا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دونوں وجوہات کی بنا پر اِن کے لیے ہلاکت اور بربادی ہے۔

اگر یہ یہودی علما ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لاتے، اپنے عوام کو بھی اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرتے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفات توریت شریف میں موجود تھیں، اسے واضح طور پر لوگوں کو بتاتے تو شاید دنیا تو میں مال و دولت نہ ملتا، لیکن آخرت کے ثواب سے مالا مال ہو جاتے، لیکن انھوں نے دنیا کی محبت میں مال و دولت کو ترجیح دی اور یہاں کے تھوڑے نفع کے مقابلے میں آخرت کی نعمتوں سے ہاتھ دھو بیٹھے اور عذاب کے مستحق ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان عیبوں، یعنی دین کے مسائل کو تبدیل کرنے اور رِشوت لینے سے بچائے۔ آمین!

پیغامِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

راشد علی نواب شاہی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے یا اسے دھوکا دے وہ اللہ کی رحمتوں سے دور ہے۔"

(جامع الترمذی، البر والصلة، الخیانة والغش، الرقم: ۱۹۴)

عزیز ساتھیو! اللہ تعالیٰ بہت رحیم و کریم ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہر وقت ہم پر برس رہی ہیں۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت سے دنیا اور آخرت کے تمام کام بن سکتے ہیں، لہٰذا ہم سب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ہر وقت محتاج ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت میں نہیں ہوگا وہ بے چارہ پریشان، تکلیف میں مبتلا اور بے سکون زندگی گزارے گا۔ اس کے نہ دنیا کے کام بنیں گے اور نہ آخرت کے۔

آپ نے اوپر حدیث کا ترجمہ پڑھا۔

عربی میں یہ حدیث اس طرح ہے:

"قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَلْعُوْنٌ مَّنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْ مَكَرَ بِهٖ۔"

آپ اس حدیث شریف کو زبانی یاد کر لیں اور زندگی بھر اِس پر عمل کریں کہ ہم سے ناحق کسی مسلمان کو کبھی اذیت اور تکلیف نہ پہنچے اور نہ ہی زندگی کے کسی موقع پر ہم کسی کو دھوکا دیں۔ اس طرح ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور نہ ہوں گے اور یوں ہماری زندگی میں چین اور سکون ہی سکون ہوگا۔

یہ حدیث ہم میں سے ہر ایک کم از کم دس لوگوں کو بتائے تو اِن شاء اللہ! اس طرح ہزاروں لوگ اس پر عمل کرنے والے بن جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میں آ جائیں گے۔

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ دوسروں کو نقصان پہنچانے والا اور لوگوں کو دھوکا دینے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور رہتا ہے۔ کیسی خطرناک بات ہے۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں بُری عادتوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ

ماہ نامہ

ذوق و شوق

کراچی

زیرِ سرپرستی:

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم

ربیع الثانی، جمادی الاولی ١٤٤٢ ہجری | جلد: 15

شمارہ: 08

ناشر — محمد عارف رشید

مجلس ادارت

- مدیر — عبدالعزیز
- معاون — محمد طلحہ شاہین

مجلس مشاورت

پروفیسر محمد احمد خان صاحب

راشد علی نواب شاہی

سرورق السٹریٹر — سید ناصر

آرٹسٹ — قیصر شریف

کمپوزر — سعد علی

نگران ترسیل — منور عمر

اس رسالے کی تمام آمدنی تعلیم و تبلیغ اور اصلاح امت کے لیے وقف ہے۔

قیمت 70

سالانہ خریداری بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک 1000/=

بذریعہ عام ڈاک 750/=

ماہ نامہ ذوق و شوق میں اشتہار شائع کرنے کا مطلب تصدیق ہے نہ سفارش۔ یہ صرف عوام کو مطلع کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ مصنوعات کے بارے میں قارئین خود تحقیق فرمالیں۔

خط و کتابت کا پتہ:

ماہ نامہ ذوق و شوق پی۔ او۔ بکس نمبر 17984 پوسٹ کوڈ 75300 گلشن اقبال، کراچی

Email: zouqshouq@hotmail.com

zouq shouq/ذوق شوق

اشتہارات اور سالانہ خریداری کے لیے رابطہ کریں

0213-4990760, 0341-4410118

What's app: 0324-2028753

دفتری اوقات: صبح 8:00 تا 1:00 دوپہر 2:30 تا 6:00

عنوان	مصنف	صفحہ
سیرت کہانی 19	عبدالعزیز	06
بلاعنوان (١٦٠)	غلام یاسین نوناری	09
کوا (نظم)	روبینہ ممتاز روبی	11
ببن میاں بنے لکھاری	افشاں شاہد	12
کتاب کا کیڑا	ڈاکٹر الماس روحی	15
مقابلہ خوش خطی (کھیل)	اشتراک: البدر اسکول	17
اعجاز اور قائداعظم	ارم فاطمہ	18
ٹیڑھی اینٹ	عارف مجید عارف	19
زبردست	مریم شہزاد	21
سوال آدھا، جواب آدھا 15 (کھیل)	الطاف حسین	24
شان دار	انسپکٹر احمد عدنان طارق	25
آواز کا تعاقب	مصباح ناز	27
ہمارے صحابہ ہمارے صحابہ ﷺ (نظم)	ارسلان اللہ خان	29
گم شدہ بچہ	مدیحہ صدیقی	30
مار نہیں، پیار	شبانہ رشید	34
قرآن کوئز 2 (کھیل)	سعد علی چھیپا	36
آزمالیجیے	یوسف شعیب احمد	37
دال کا حلوا (نظم)	ڈاکٹر صفیہ سلطانہ صدیقی	44
گلگت بلتستان	رانا محمد شاہد	45
چال کا مقابلہ	روبینہ عبدالقدیر	49
جنگل کہانی	تنزیلہ احمد	53

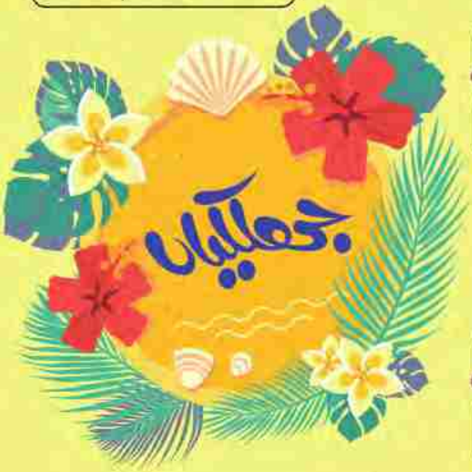

پبلشر محمد عارف رشید نے بچوں کی تعلیم و تربیت اور ترقی و اصلاح کی خاطر ابن حسن پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔

PARADISE BOOKS DISTRIBUTORS

Karachi: J-73, UNIT-1, GROUND FLOOR, OFF ALLAMA IQBAL ROAD, PECHS BLOCK-2, KARACHI. 021-34314981
LAHORE: SIDDIQUE MANAZIL, 2ND FLOOR, 40-ABBOT ROAD, STREET NEON PRINCE, LAHORE. 051-48430042
RAWALPINDI: OFFICE NO 2, FIRST FLOOR, STAR PLAZA, PARADISE HOUSE, RAWALPINDI. 042-3629701

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

دسمبر کا مہینا اپنے ساتھ سردی، گرم کپڑے، مونگ پھلی اور یومِ قائد لاتا ہے۔ ''یومِ قائد'' آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ جی جی بالکل، بانی پاکستان محترم جناب محمد علی جناح صاحب جنھیں ہم سب ''قائداعظم'' کے خطاب سے یاد کرتے ہیں، ماہِ دسمبر ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ اس مرتبہ بانی پاکستان کا یہ ۱۴۵واں یومِ والادت ہوگا۔ اس موقع پر پاکستان کے دارالخلافہ اور ہر ہر صوبے کے مرکزی شہروں میں توپوں کی سلامی دی جاتی ہے۔ ملک بھر میں کانفرنسیں اور سیمنار ہوتے ہیں۔ ان سب کی ضرورت و اہمیت اپنی جگہ، اس کے ساتھ ساتھ ہمیں بانی پاکستان کی باتوں پر عمل پیرا ہونا پڑے گا، کیوں کہ قائد کے فرامین کا ایک ایک لفظ ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔

ویسے تو آپ کو فرموداتِ قائد (یعنی ان کی باتوں) میں سے کچھ نہ کچھ معلوم ہی ہوں گے۔ چند ہم بھی یہاں ذکر کر دیتے ہیں، مثلاً:

''ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا، بل کہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے، جہاں اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔''
(۱۳، اپریل، ۱۹۴۸، اسلامیہ کالج پشاور)

''اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے۔'' (۱۳، اپریل، ۱۹۴۸ء، اسلامیہ کالج پشاور)

''قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے۔''

''میرا ایمان ہے کہ قرآن و سنت کے زندہ جاوید قانون پر ریاست پاکستان دنیا کی بہترین اور مثالی ریاست ہوگی۔'' (۲۶، نومبر، ۱۹۴۶ء)

ان شاء اللہ پاکستان کے نظام حکومت کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ ہوگی اور یہ ایک فلاحی و مثالی ریاست ہوگی۔ (۲۶، نومبر، ۱۹۴۶ء)

''انصاف اور مساوات میرے راہ نما اصول ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ کی حمایت اور تعاون سے ان اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ہم پاکستان کو دنیا کی سب سے عظیم قوم بنا سکتے ہیں۔'' (۱۱، اگست، ۱۹۴۷ء)

پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہوگی۔ (۱۹۴۶ء)

ان فرمودات سے یہ پتا چلتا ہے کہ بانی پاکستان وطن اور قوم کو کس سمت لے جانا چاہتے تھے۔ ہمیں ان کے اقوال پڑھنے چاہییں، ذہن نشین کرنے چاہییں اور ان پر عمل بھی کرنا چاہیے، تاکہ قائد کے وژن کے مطابق اپنے آپ کو اور اِس وطن کو ڈھال سکیں۔

سیرت کہانی ۱۹

عبدالعزیز

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی مبارک زندگی اور سیرت کے اہم واقعات پر مبنی ایک پیارا سلسلہ۔

ایک رات نبی کریم ﷺ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان میں آرام فرما رہے تھے۔ کچھ سونے اور کچھ جاگنے کی کیفیت تھی کہ اچانک چھت پھٹی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اترے۔ آپ کے ساتھ اور بھی فرشتے تھے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو جگایا اور مسجد حرام کی طرف لے گئے۔ وہاں جا کر آپ ﷺ حطیم میں لیٹ گئے اور سو گئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے آکر آپ کو جگایا، پھر آپ کو زم زم کے کنویں کے پاس لائے اور وہاں آپ ﷺ کو لٹا کر کے سینہ مبارک چاک کیا اور دل مبارک نکال کر زم زم کے پانی سے دھویا۔ ایک سونے کا تھال ایمان اور حکمت سے بھر کر لایا گیا تھا، اس ایمان اور حکمت کو آپ ﷺ کے دل میں بھر کر سینے کو دوبارہ ٹھیک کر دیا اور دونوں شانوں کے درمیان نبوت کی مہر بھی لگا دی۔ (یہ مہر آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی ظاہری علامت ہے۔)

اس کے بعد براق لایا گیا۔ (براق، خچر سے کچھ چھوٹا اور گدھے سے کچھ بڑا سفید رنگ کا تیز رفتار جنتی جانور تھا، جس کا ایک قدم وہاں پڑتا تھا جہاں تک نظر پہنچتی تھی۔) آپ ﷺ جب اس پر سوار ہوئے تو وہ شوخی کرنے لگا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ''اے براق! یہ کیسی شوخی ہے! تیری پیٹھ پر آج تک حضور ﷺ سے زیادہ کوئی اللہ کا مکرم اور محترم بندہ سوار نہیں ہوا۔'' یہ سن کر براق شرم کی وجہ سے پسینا پسینا ہو گیا اور حضور ﷺ کو لے کر روانہ ہوا۔ حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''راستے میں ایک ایسی جگہ آئی جہاں کھجور کے بہت زیادہ درخت تھے۔ جبرائیل (علیہ السلام) نے مجھ سے کہا: 'یہاں اتر کر نماز پڑھ لیجیے۔' میں نے اتر کر نماز پڑھی۔

جبرائیل (علیہ السلام) نے کہا: 'آپ کو پتا ہے کہ آپ نے کس جگہ نماز پڑھی ہے؟' میں نے کہا: 'مجھے معلوم نہیں۔' جبرائیل (علیہ السلام) نے کہا: 'آپ نے یثرب (مدینہ طیبہ) میں نماز پڑھی ہے، جہاں آپ ہجرت کریں گے۔'

اس کے بعد ہم ایک اور زمین پر پہنچے۔

جبرائیل (علیہ السلام) نے کہا: 'یہاں بھی اتر کر نماز پڑھیے۔' میں نے اتر کر نماز پڑھی۔

(حضرت) جبرائیل (علیہ السلام) نے کہا: 'آپ نے وادی سینا میں موسیٰ (علیہ السلام) کے درخت کے قریب نماز پڑھی ہے۔ یہاں موسیٰ (علیہ السلام) سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا تھا۔'

ایک اور زمین پر گزر ہوا۔ جبرائیل (علیہ السلام) نے کہا: 'اتر کر نماز پڑھیے۔' میں نے اتر کر نماز پڑھی۔

جبرائیل (علیہ السلام) نے کہا: 'آپ نے مدین میں نماز پڑھی جو شعیب (علیہ السلام) کا مسکن تھا۔'

وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک اور زمین پر پہنچے۔ جبرائیل (علیہ السلام) نے کہا: 'اتر کر نماز پڑھیے۔' میں نے اتر کر نماز پڑھی۔

جبرائیل (علیہ السلام) نے کہا: 'یہ مقام بیت اللحم ہے، جہاں عیسیٰ (علیہ السلام) کی ولادت ہوئی۔''

(دلائل النبوۃ للبیہقی، جماع ابواب المبعث، باب الاسراء)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''معراج کی رات میں، میں موسیٰ (علیہ السلام) پر سے گزرا تو دیکھا کہ وہ قبر میں کھڑے

ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں نے معراج کی رات موسیٰ (علیہ السلام) کو، دجال کو اور جہنم کے نگران کو دیکھا، جس کا نام مالک ہے۔''

(الخصائص الکبریٰ، ج:۱، ص:۱۶۰)

راستے میں آپ ﷺ کا ایک ایسی قوم پر سے بھی گزر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو اُن ناخنوں سے چھیل رہے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ان کے متعلق پوچھا تو اُنھوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کا گوشت کھاتے ہیں۔ (ان کی غیبت کرتے ہیں) اور اُن کی بے عزتی کرتے ہیں۔''

بہر حال، حضور ﷺ بیت المقدس پہنچے اور براق سے اترے۔ حضور ﷺ نے براق کو اُسی حلقے سے باندھ دیا جس سے انبیائے کرام علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے، پھر حضور ﷺ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) ادا فرمائی۔ اس موقع پر وہاں انبیائے کرام علیہم السلام پہلے ہی سے حضور ﷺ کے انتظار میں موجود تھے۔

(زرقانی، ج:۶، ص:۵)

ایک اور روایت میں حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

کچھ دیر ہی گزری تھی کہ بہت سے حضرات مسجد اقصیٰ میں جمع ہوگئے۔ مؤذن نے اذان دی اور اقامت کہی۔ ہم صف باندھ کر اس انتظار میں تھے کہ کون امامت کرے گا کہ اتنے میں جبرائیل (علیہ السلام) نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے بڑھایا۔ میں نے سب کو نماز پڑھائی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو جبرائیل (علیہ السلام) نے پوچھا: 'آپ کو پتا ہے کہ آپ نے کن لوگوں کو نماز پڑھائی ہے؟' میں نے کہا: 'مجھے معلوم نہیں۔' جبرائیل (علیہ السلام) نے جواب دیا: 'جتنے نبی مبعوث ہوئے ہیں، ان سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کی آمد پر فرشتے بھی آسمان سے نازل ہوئے۔ آپ ﷺ نے انبیائے کرام اور ملائکہ علیہم السلام کو نماز پڑھائی۔ جب نماز پوری ہوگئی تو ملائکہ سب نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''تمھارے ساتھ یہ کون ہیں؟'' جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''یہ محمد (ﷺ) ہیں۔''

(الخصائص الکبریٰ، ذکر المعجزات، حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

اس کے بعد حضور ﷺ نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں سے ملاقات کی۔ سب نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔

جب آپ ﷺ فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لائے تو تین پیالے آپ کے سامنے پیش کیے گئے۔ ایک پانی کا، دوسرا دودھ کا اور تیسرا شراب کا۔ آپ ﷺ نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ''آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔ اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت گم راہ ہو جاتی اور اگر آپ پانی لے لیتے تو آپ کی امت غرق ہو جاتی۔''

(دلائل النبوۃ للبیہقی، جماع ابواب المبعث، باب الاسراء)

بعض روایات میں ہے کہ شہد کا پیالہ بھی پیش کیا گیا اور آپ نے اس میں سے بھی کچھ پیا۔ گویا آپ ﷺ کے سامنے چار پیالے پیش کیے گئے۔

اس کے بعد حضور ﷺ کے لیے مسجد اقصیٰ کے باہر جنت سے زمرد کی بنی ایک سیڑھی لائی گئی۔ آپ ﷺ نے اس کے ذریعے سے آسمان کی طرف چڑھنا شروع کیا۔ سیڑھی کے دائیں بائیں ملائکہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

آپ ﷺ پہلے آسمان پر پہنچے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا۔

آسمانِ دنیا کے دربان فرشتے نے پوچھا: ''آپ کے ساتھ کون ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ''محمد رسول اللہ (ﷺ) ہیں۔''

فرشتے نے پوچھا: ''کیا ان کے بلانے کا پیغام بھیجا گیا ہے؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: ''ہاں۔''

فرشتوں نے آپ ﷺ کو مرحبا کہا اور دروازہ کھول دیا۔

آپ ﷺ آسمان میں داخل ہوئے اور ایک نہایت بزرگ شخص کو

دیکھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ''یہ آپ کے والد آدم (علیہ السلام) ہیں۔ انھیں سلام کیجیے۔'' آپ ﷺ نے سلام کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ''مرحبا! نیک بیٹے اور نیک نبی!'' اور آپ ﷺ کے لیے بھلائی کی دعا کی۔

اس وقت آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ صورتیں حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں جانب ہیں اور کچھ بائیں جانب ہیں۔ وہ جب دائیں جانب نظر ڈالتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتلایا کہ دائیں جانب ان کی نیک اولاد کی صورتیں ہیں، یہ اصحابِ یمین، یعنی دائیں ہاتھ والے اور جنت والے ہیں، انھیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور بائیں جانب بُری اولاد کی صورتیں ہیں، یہ اصحابِ شمال، یعنی بائیں ہاتھ والے اور جہنم والے ہیں، انھیں دیکھ کر روتے ہیں۔

پھر دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے اور اسی طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا۔ جو فرشتہ وہاں کا دربان تھا، اس نے پوچھا: ''آپ کے ساتھ کون ہے؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: ''محمد (ﷺ) ہیں۔''

اس فرشتے نے کہا: ''کیا بلائے گئے ہیں؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: ''ہاں۔''

فرشتوں نے مرحبا کہا۔ یہاں آپ ﷺ نے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو دیکھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ''یہ (حضرت) یحییٰ اور (حضرت) عیسیٰ (علیہما السلام) ہیں۔ انھیں سلام کیجیے۔'' آپ ﷺ نے سلام کیا۔ ان دونوں حضرات نے سلام کا جواب دیا اور کہا:

''نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا!''

پھر آپ ﷺ تیسرے آسمان پر تشریف لے گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسی طرح دروازہ کھلوایا۔ یہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور اسی طرح سلام وکلام ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یوسف (علیہ السلام) کو حسن و جمال کا ایک بہت بڑا حصہ دیا گیا ہے۔''

پھر چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

پھر پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

پھر چھٹے آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

پھر ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور یہ دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔

(بیت المعمور فرشتوں کا قبلہ ہے جو خانہ کعبہ کے بالکل اوپر موجود ہے۔ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور جو فرشتے ایک مرتبہ اس کا طواف کر لیتے ہیں، ان کی باری قیامت تک دوبارہ نہیں آتی۔)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''یہ آپ کے والد ہیں۔ انھیں سلام کیجیے۔''

آپ ﷺ نے سلام کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا اور فرمایا:

''نیک بیٹے اور نیک نبی کو مرحبا!''

(الخصائص الکبریٰ، ذکر المعجزات، حدیث مالك بن صعصعة رضی اللہ عنہ)

اس کے بعد آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا جو ساتویں آسمان پر بیری کا ایک درخت ہے۔

(زمین سے جو چیز اوپر جاتی ہے وہ سدرۃ المنتہیٰ پر جا کر رُکتی ہے اور پھر اوپر اُٹھائی جاتی ہے اور ملاءِ اعلیٰ سے جو چیز نیچے اترتی ہے وہ بھی سدرۃ المنتہیٰ پر آکر ٹھہرتی ہے، پھر نیچے اُترتی ہے، اس لیے اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے)۔

اسی مقام پر آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اُن کی اصلی صورت میں دیکھا اور اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا اور بے شمار فرشتے اور سونے کے پروانے دیکھے، جو سدرۃ المنتہیٰ کو گھیرے ہوئے تھے۔

جنت بھی سدرۃ المنتہیٰ کے قریب ہے، لہٰذا ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور ﷺ بیت المعمور میں نماز پڑھنے کے بعد سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیے گئے اور جنت کی سیر کے بعد آپ کو جہنم دکھلائی گئی۔

(الخصائص الکبریٰ، ذکر المعجزات، حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ)

اس کے بعد آپ ﷺ ایسے اونچے مقام پر پہنچے کہ جہاں ''صریف الاقلام'' سنائی دیتی ہے۔

(قسمت کے قلم سے لکھتے وقت جو آواز آتی ہے اُسے ''صریف الاقلام'' کہا جاتا ہے۔)

قسمت لکھنے والے قلم چل رہے تھے۔

......(جاری ہے)......

بلاعنوان ۱۶۰

غلام یاسین نوناری۔ مظفر گڑھ

ثاقب دکان پر جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا جب اس کی بیوی کوثر نے اس سے کہا:

''مجھے آج امی کے گھر جانا ہے۔خرچ کے لیے کچھ رقم چاہیے۔''

ثاقب اداس لہجے میں بولا:

''آج مہینے کی آخری تاریخ ہے، اس ماہ دکان پر بھی بہت مندی رہی ہے۔ جانے کیوں مجھے لگتا ہے کہ میرا کاروبار روز بروز گھٹتا جا رہا ہے۔''

''لیکن مجھے امی کے گھر جانا ہے۔'' بیوی کا لہجہ تلخ سا ہو گیا تھا۔

''میں بھی کیا کر سکتا ہوں۔تم اگلے ہفتے چلی جانا۔''

بیوی کو چپ سی لگ گئی۔

اسی وقت ننھا ساجد اسکول کا بستہ اٹھائے وہاں آ گیا۔

''پاپا!''

ثاقب سمجھ گیا کہ وہ جیب خرچ مانگ رہا ہے۔

اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا، لیکن جیب خالی تھی، ہاتھ باہر آیا تو وہ بھی خالی تھا۔

اس نے بے بسی سے بیگم کی طرف دیکھا۔

''میں دے دیتی ہوں۔''

وہ اندر چلی گئی۔

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔

ثاقب نے دروازہ کھولا تو سامنے مالک مکان کھڑا تھا۔ثاقب نے دیکھا، اس کے چہرے پر غصے کی جھلک نمایاں تھی۔

''ثاقب صاحب! کل مجھے ہر حال میں کرایہ چاہیے، ورنہ مکان خالی کر دینا۔''

ثاقب نے کہا:

''بھائی! آپ اتنی سخت بات نہ کریں۔میں کوشش کروں گا کہ آپ کو اس مرتبہ پوری رقم ادا کر دوں۔''

''کوشش تو تم ہر ماہ کرتے ہو، لیکن اس بار مجھے ہر حال میں رقم چاہیے، ورنہ میں واقعی مکان خالی کرانے پر مجبور ہو جاؤں گا۔''

مالک مکان کا سنگین لہجہ بتا رہا تھا کہ اس بار وہ مہلت دینے پر تیار نہیں ہے۔

''جناب! مجھے دو تین دن کا وقت دیں۔میں سارے پیسے ادا کر دوں گا۔آپ نہیں جانتے، میں کتنا پریشان ہوں۔''

ثاقب کی بات سن کر مالک مکان بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

ثاقب دروازہ بند کر کے مڑا، اتنے میں اس نے پڑوس میں سے کسی کے کھانسنے کی آواز سنی۔یہ اماں رشیداں کی آواز تھی۔

''یہ اماں رشیداں کو کیا ہوا؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''بیمار ہے بے چاری، کوئی آگے پیچھے بھی نہیں ہے۔دوا کے لیے پیسے بھی نہیں ہیں۔'' بیگم نے بتایا۔

''خیر ہمیں کیا۔'' اس نے کندھے اچکائے اور سلام کر کے باہر نکل گیا۔

......☆......

ثاقب آج بہت پریشان تھا۔کل یکم تھی اور اُسے کرایہ ادا کرنا تھا۔اس کے علاوہ اور بہتیرے اخراجات تھے۔

صبح صبح بیگم سے اس کی کچھ تلخ کلامی بھی ہو گئی تھی، اس لیے اس کی پریشانی مسلسل بڑھ رہی تھی۔اس نے پچھلے ماہ قبل کریانے کی یہ دکان شروع کی تھی۔ اسے شروع میں کافی مشکلات کا سامنا رہا، لیکن دو تین ماہ بعد دکان چل نکلی تھی، پر اس ماہ آمدنی بہت کم ہوئی تھی۔

دکان میں ایک آدمی داخل ہوا تو ثاقب بھی خیالوں کی دنیا سے باہر آ گیا۔

اس کی بڑی بڑی مونچھیں اس کے چہرے کو خوف ناک بنا رہی تھیں۔اس کا رنگ قدرے صاف تھا۔

''ثاقب بھائی! کل آپ سے میرا بیٹا راحت کچھ سامان لے کر گیا تھا، اس نے آپ کو ایک ہزار کا نوٹ دیا تھا، مگر آپ کے پاس کھلے پیسے نہیں تھے، اب وہ بقایا دے دیجیے۔''

شکل و صورت کے برعکس اس کے لہجے میں نرمی تھی۔

''نوید بھائی! کھلے تو اَب بھی نہیں ہیں، ابھی تک تو کوئی گاہک ہی نہیں آیا۔''

ثاقب نے اسے ٹالنے کے لیے جھوٹ بولا۔اس کے پاس کھلے پیسے موجود

بہترین عنوان تجویز کرنے پر 250، دوسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 150، تیسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 100 روپے انعام دیا جائے گا۔ ''بلاعنوان'' کے کوپن پر عنوان تحریر کر کے ارسال کریں۔

عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ 31، دسمبر 2020 ہے۔

نوٹ: کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابل قبول نہ ہوگا۔

تھے، مگر وہ دینا نہیں چاہتا تھا۔

''مگر مجھے تو ابھی ضرورت تھی۔'' اس شخص کے لہجے میں پریشانی جھلکنے لگی۔

''معاف کیجیے گا! ابھی تو نہیں ہیں، آپ شام کو آ کر لے جائیں۔''

اس شخص کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔

اسی وقت ایک بوڑھی عورت دکان میں داخل ہوئی، اس نے پرس کھولا اور ہزار کا نوٹ نکال کر ثاقب کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی:

''بیٹا! کل میں آپ سے چینی اور گھی لے کر گئی تھی، چار سو روپے بنے تھے، اس وقت میرے پاس پیسے نہیں تھے، اب وہ پیسے کاٹ کر بقایا مجھے دے دو۔''

ثاقب پھنس چکا تھا۔ اگر وہ چھے سو روپے واپس کرتا تو اُس شخص کی نظروں میں آجاتا۔

''کھلے نہیں ہیں اماں!'' وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔

''اچھا بیٹا! پھر دے جاؤں گی۔''

دونوں ہی ثاقب کی دکان کے تھڑے سے نیچے اتر گئے۔ پیاسا کنویں کے پاس آ کر مایوس لوٹا تھا تو ساتھ ہی کنویں کے پاس بیٹھا ایک پیاسا، پیاسا ہی رہ گیا تھا۔ ثاقب سر پکڑے سوچ رہا تھا کہ یہ کیا ہوا۔ وہ ابھی انھی سوچوں میں گم تھا کہ اس کا دوست عامر آ گیا۔ عامر اُس کا بچپن کا دوست تھا۔ مڈل تک وہ ایک ہی اسکول میں پڑھتے رہے تھے۔ اس نے سلام کے بعد کہا:

''سناؤ بھئی، کیسے ہو؟''

ثاقب نے کہا:

''ٹھیک ہوں یار! تم سناؤ''

ثاقب کا اداس لہجہ عامر کو حیران کر گیا۔ وہ ٹھٹھک کر بولا:

''خیر تو ہے، پریشان لگ رہے ہو؟''

''نہیں یار! ایسی کوئی بات نہیں۔''

''نہیں، کوئی بات تو ہے! مجھے بتاؤ، شاید میں کچھ کر سکوں!''

عامر کے بے حد اِصرار پر ثاقب بولا:

''یار! میں بہت پریشان ہوں۔ روز بروز کاروبار میں خسارہ ہو رہا ہے۔ گاہک ادھر کا رُخ ہی نہیں کرتے۔ جانے کس کی نظر لگ گئی ہے؟''

عامر کا دل اس کے لہجے میں چھپی اداسی پر کٹ کر رہ گیا۔ وہ اس کا سچا دوست تھا اور اُسے مشکل میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔

''یار! ہوا کیا ہے؟ مجھے تفصیل سے بتاؤ۔''

''ہونا کیا ہے؟ کاروبار بند ہو کر رہ گیا ہے۔ تین ماہ کا کرایہ بھی نہیں دے سکا۔ بیس سے پچیس ہزار کا ادھار ہے، وہ وصول نہیں ہو رہا۔ نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ آج ساجد کو جیب خرچ دینے کے لیے دس روپے بھی جیب میں نہیں تھے۔''

عامر سوچ میں پڑ گیا۔ چند لمحے یوں ہی گزر گئے، پھر وہ گویا ہوا:

''ایک بات بتاؤ، مگر سچ سچ بتانا، تم لین دین میں جھوٹ تو نہیں بولتے؟''

''ہاں یار! اکثر ایسا ہوتا ہے، اور جھوٹ کے بغیر کام بھی تو نہیں چلتا۔''

یہ بات سن کر عامر کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

''ارے بھائی! ہم مسلمان ہیں۔ تجارت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ جو ہے، جیسا ہے، ویسا ہی خریدا اور بیچا جائے۔ کسی قسم کی ہیرا پھیری، جھوٹ اور فریب سے کاروبار نہیں ہوتا۔ سچ بولو، ایمان داری سے کام کرو، اچھی چیز بیچو، دو نمبر اور مضر صحت اشیا سے دور رہو۔ نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ ضرور نکالو، پھر دیکھنا، کیسے کاروبار پھیلتا ہے!''

عامر چلا گیا تو ثاقب نے سوچا، کہہ تو وہ ٹھیک رہا تھا، شاید اسی وجہ سے اس کے حالات خراب ہو رہے تھے۔

اس نے توبہ کی کہ آئندہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا، نہ ہی دو نمبر چیز فروخت کرے گا۔

''مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔''

اس نے ایک بہتر انسان اور ایک اچھا مسلمان بننے کا فیصلہ کر لیا تھا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے کایا پلٹ گئی۔

تیسرے دن اس کے پاس دس ہزار روپے تھے۔ وہ بہت خوش تھا۔ اس کے دو پُرانے گاہک جو اُس کے مقروض ہونے کی وجہ سے اس کی طرف رُخ نہیں کرتے تھے، آج سابقہ ادھار ادا کر گئے تھے۔ ثاقب نے اس رقم میں سے ایک ہزار روپے سے اماں رشیداں کی مدد کی اور نماز پڑھ کر مالک مکان کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس کے بعد ثاقب کا کاروبار ترقی کرنے لگا۔ اب وہ گاہے گاہے ضرورت مندوں کی مدد بھی کرتا اور اللہ تعالیٰ کا ہر وقت شکر ادا کرتا رہتا۔ پاک اللہ کا ہونے کی دیر تھی کہ سب کچھ اس کا ہو گیا تھا۔

کوّا

روبینہ ممتاز روبی۔ کراچی

کالا کالا اک کوّا
بھوک سے جب بے تاب ہوا

کھوج میں اپنے کھانے کی
آب و دانہ پانے کی

پہنچا اک گھر میں اڑ کر
جا بیٹھا چوبارے پر

روٹی کا تھا اک ٹکڑا
ہاتھ میں بچے نے پکڑا

کوے کا جی للچایا
منہ میں پانی بھر آیا

اک دم جھپٹا بچے پر
اور ماریں چونچیں سر پر

چھین کے روٹی کا ٹکڑا
پنجے میں اپنے جکڑا

سہما ، گھبرایا بچہ
رویا ، چلایا بچہ

کوا آخر کوا تھا
ٹکڑا لے کر اُڑ بھاگا

الفاظ معانی:

- بے تاب: بے چین
- کھوج: تلاش
- چوبارے: مکان کا اوپر کا کمرا
- جی للچایا: خواہش ہوئی
- جھپٹا: اچانک حملہ کیا
- جکڑا: مضبوطی سے پکڑا
- سہما: ڈرا/خوف زدہ ہوگیا

ببن میاں بنے لکھاری

افشاں شاہد۔ کراچی

"آیا، بھئی آیا۔ لگتا ہے تمھارے پیچھے کوئی لگا ہوا ہے جو اتنے اُتاؤلے ہو رہے ہو۔"

دروازہ کھولتے ہی ببن میاں نے دروازہ پیٹنے والے کی خبر لے لی۔

"ببن میاں! میں تو آپ کو ایک تازہ خبر دینے آیا ہوں۔"

خبر کا سن کر ببن میاں کے کان کھڑے ہو گئے اور دروازہ پیٹنے والے کی جان بخشی ہوئی۔

"بہت خوب! برخوردار! پہلے تو تم تیز گام بنے ہوئے تھے، لیکن اب خبر سنانے میں اتنی سست روی کا مظاہرہ کیوں کر رہے ہو۔"

"ببن میاں! پہلے اپنے ہاتھ کی کڑک چائے پلائیے، پھر بات کرتے ہیں۔"

چاروناچار خبر سننے کے لیے ببن میاں کو چائے پلانی پڑی۔

"چلو اب بتاؤ، کیا خبر لائے ہو؟"

"خبر یہ ہے کہ آپ کے مکان کے بعد کے دو مکان چھوڑ کر تیسرے مکان میں جو نئے صاحب رہنے آئے ہیں وہ کوئی سرکاری افسر معلوم ہوتے ہیں۔"

"ویسے تمھیں کیسے پتا؟"

ببن میاں نے تجسس سے پوچھا۔

"کیوں کہ میں دو دن سے دیکھ رہا ہوں، صبح شام ڈاکیا ان کے گھر کے چکر لگاتا ہے۔ کبھی کوئی پارسل لے کر آتا ہے تو کبھی کوئی کارڈ اُس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اب کب بن رہے ہیں آپ سرکاری افسر ببن میاں!؟"

"تم جاؤ گے تو میں اس بارے میں کچھ سوچوں گا نا!"

ببن میاں نے خبری کو روانہ کیا۔

ببن میاں بڑے جہاں دیدہ آدمی تھے۔ ان کا اصل نام تو عبدالشکور تھا، لیکن سب لوگ انھیں ببن میاں کہتے تھے۔ وہ بچے اور بڑے، سب کے لیے ہر دل عزیز تھے اور اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی وہ لوگوں کی دیکھا دیکھی آئے دن پیشے بدلتے رہتے تھے۔

ان کے محلے میں کچھ عرصے قبل صدیق حلوائی رہنے آئے اور انھوں نے اپنی مٹھائی کی دکان کھولی تو اُن کی دیکھا دیکھی ببن میاں نے بھی حلوائی بننے کی ٹھان لی۔ لوگوں نے بہت سمجھایا:

"ببن میاں! حلوائی بننا کوئی آسان کام نہیں، اس کے لیے مٹھائیاں بنانا آنی چاہییں۔"

"ہاں تو تم لوگوں کو کیا لگتا ہے، مجھے مٹھائی کی کچھ سوجھ بوجھ نہیں۔ میرے پردادا کے بھائی حلوائی تھے۔ ہمارا تو یہ خاندانی کام ہے۔"

پھر کیا تھا! بازار میں جتنی مٹھائی بنانے کی ترکیبوں کی کتابیں تھیں وہ ببن میاں خرید لائے اور دن رات ان کا مطالعہ شروع کر دیا اور بالآخر چند ہفتے بعد اُن کے گھر کے باہر

"ببن میاں کی مٹھائی! ہر دل کو بھائی!"

کا بڑا سا بورڈ آویزاں تھا۔

لیکن ابھی مٹھائی کی دکان کھولے دو ماہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ ان کے محلے میں غفور صاحب کے بیٹے نے درزی کی دکان کھول لی۔ اب غفور صاحب کے بیٹے کو کپڑے کاٹتے اور سیتے دیکھ کر ببن میاں کے دل میں درزی بننے کی خواہش پیدا ہوئی۔

پھر کیا تھا! مٹھائی کی دکان پر تالا لگا کر سلائی

سیکھنے کے ادارے میں داخلہ لے لیا اور لگے دوسروں کے کپڑے سینے، لیکن ایک دن پڑوسی کے بچے کے عید کے کپڑے خراب کر دیے جس پر پڑوسی سے ان کا خوب جھگڑا ہوا اور پڑوسی نے تو یہاں تک کہہ دیا:

''کوا چلا ہنس کی چال، اپنی بھی بھول گیا۔''

اس دن کے بعد سے ببن میاں نے سلائی سے توبہ کر لی اور دس ماہ گزرنے کے بعد بھی ابھی تک کوئی پیشہ نہیں اپنایا تھا۔ اپنی دکانوں سے جو کرایہ آتا اس سے گزر بسر کر رہے تھے، لیکن آج خبری کی بات سن کر سرکاری افسر بننے کا خیال دل میں انگڑائی لینے لگا، اسی سلسلے میں معلومات لینے کی غرض سے نئے محلے دار سے ملنے چل پڑے۔

''آیئے، آیئے، ببن میاں! آپ سے تو ملنے کا ہمیں بہت اشتیاق تھا۔''

نئے محلے دار نے ببن میاں کا پُرتپاک استقبال کیا۔

''ویسے ایک بات پوچھوں، آپ نے گھر اپنے لیے خریدا ہے یا کتابیں رکھنے کے لیے؟''

گھر میں سینکڑوں کے حساب سے کتابیں دیکھ کر ببن میاں سے رہا نہ گیا اور پوچھ بیٹھے۔

''دونوں کے لیے، ویسے ایک لکھاری کے لیے کتابیں ہی اس کا کل اثاثہ ہوتی ہیں ببن میاں!''

''لیکن تم تو سرکاری افسر ہو نا!'' ببن میاں نے تائید چاہی۔

''آپ سے کس نے کہہ دیا کہ ہم سرکاری افسر ہیں۔ ہمارا تو دُور دُور تک کوئی رشتے دار بھی سرکاری افسر نہیں۔''

''پھر ڈاکیا تمھارے گھر کے اتنے چکر کیوں لگاتا ہے؟''

ببن میاں پولیس کی طرح تفتیش کر رہے تھے۔

''ببن میاں! میں بچوں کے جن جن رسالوں میں کہانیاں لکھتا ہوں وہ ادارے مجھے رسائل بھجواتے ہیں، ڈاکیا وہ اعزازی رسائل دینے آتا ہے۔''

''پھر تو تم بہت مقبول ہو گے؟''

''بس اللہ کا کرم ہے ببن میاں!''

اور وہاں بیٹھے بیٹھے ہی ببن میاں نے بچوں کا ادیب بننے کا فیصلہ کر لیا۔

دوسرے دن صبح سویرے ببن میاں لکھاری کے گھر تشریف لے گئے۔

''لکھاری میاں! مجھے کہانیاں لکھنی ہیں۔ کیا تم میری مدد کرو گے؟''

''جی بالکل کروں گا۔ علم تو بانٹنے سے مزید بڑھتا ہے اور سیکھنے کی تو کوئی عمر نہیں ہوتی، جب چاہو سیکھ سکتے ہو، لیکن آپ کو کہانی لکھنے سے پہلے مطالعہ کرنا ہوگا۔''

بس پھر کیا تھا ببن میاں کتابوں کے سمندر میں ایسے غرق ہوئے کہ لوگ ان کی شکل دیکھنے کو ترس گئے۔ ببن میاں خوب دل لگا کر محنت کر رہے تھے۔ وہ روز ایک کہانی لکھ کر لکھاری کو دے آتے، جو کبھی لکھاری صاحب رَد کر دیتے تو کبھی کہانی کو سراہتے۔

لکھاری صاحب نے ببن میاں کی خواہش پر مختلف اداروں میں ببن میاں کی کہانیاں بھیجی ہوئی تھیں، لیکن کوئی بھی ابھی تک شائع نہیں ہوئی تھی۔

''مجھے لگتا ہے بچوں کے رسائل میں نئے لوگوں کو موقع نہیں دیا جاتا۔'' ببن میاں نے دل برداشتہ ہو کر کہا۔

''ببن میاں! دل چھوٹا مت کریں، آپ نے بہت اچھی کہانیاں لکھی ہیں۔ دیر سے ہی صحیح، شائع ضرور ہوں گی۔''

لکھاری صاحب نے ببن میاں کو تسلی دی۔

''یہ تو تم مجھے تب سے کہہ رہے ہو جب میں نے پہلی کہانی لکھی تھی۔ مجھے نہیں لگتا کہ میں بچوں کا ادیب بن سکوں گا۔''

''مایوس مت ہوں ببن میاں! اس بار جس رسالے میں، میں نے آپ کی کہانی بھیجی ہے وہ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کی کہانیاں ضرور شائع کرتا ہے۔''

اگلے ہفتے ببن میاں محلے کے ہر فرد کو مٹھائی کھلا رہے تھے، کیوں کہ خوش خبری ہی اتنی بڑی تھی۔ ببن میاں لکھاری بن گئے تھے، ان کی کہانی شائع ہو گئی تھی۔

آپ کو کیسی لگی ان کی کہانی؟!

قارئین! متوجہ ہوں:

ماہ نامہ ''ذوق وشوق'' میں مختلف مصنوعات کے اشتہارات نیک نیتی کے ساتھ شائع کیے جاتے ہیں۔ کسی بھی کمپنی یا ادارے کی مصنوعات کے معیاری یا غیر معیاری ہونے کا تعلق کسی بھی صورت میں ماہ نامہ ''ذوق وشوق'' سے نہیں ہے۔ اگر ماہ نامہ ''ذوق وشوق'' میں شائع شدہ اشتہارات کی مصنوعات غیر معیاری نکلیں تو ادارہ ماہ نامہ ''ذوق وشوق'' اس کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ (ادارہ)

پیاز

سعد علی چھیپا۔ کراچی

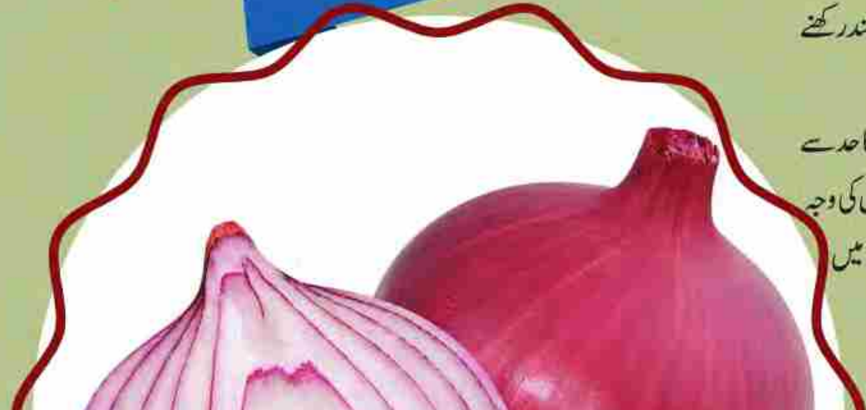

پیاز، خاص طور پر سرخ پیاز، قدرت کی ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ متعدد سائنسی تحقیقات کے مطابق یہ سبزی اینٹی آکسیڈنٹ مادوں سے بھرپور ہوتی ہے اور مختلف بیماریوں سے لڑنے میں انسانی جسم کو مدد فراہم کرتی ہے۔

پیاز نہ صرف صحت کے فوائد سے ہمیں مالا مال کرتی ہے، بل کہ اس کے کئی دیگر استعمال بھی ہیں۔ پیاز کے بغیر کوئی ڈش مکمل نہیں ہوتی اور یہ ہمارے باورچی خانے کا اہم عنصر ہے۔

پیاز میں حیاتین اور دوسرے اجزا بڑی تعداد میں موجود ہوتے ہیں۔ اس میں شائستہ چونا، تانبا، فولاد، گندھک، میگنیشیم اور پوٹاشیم وغیرہ شامل ہیں۔ اس میں فاسفورس کے ساتھ ساتھ فولاد بھی پایا جاتا ہے اور یہ دونوں ہمیں صحت مند رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

پیاز ہر موسم میں دست یاب ہوتی ہے، البتہ اتنا ضروری ہے کہ پیاز کا حد سے زیادہ استعمال نہ کیا جائے، کیوں کہ یہ بات فائدے کے بجائے نقصان کی وجہ بھی بن سکتی ہے۔ اس کے بجائے یہ بہتر ہے کہ اپنے روزمرہ کھانوں میں پیاز کو مناسب مقدار میں شامل رکھا جائے۔

چند دیگر فوائد:

☆ پیاز میں کرومیم ہوتی ہے جو کہ شوگر کے اثرات میں کمی کرتی ہے۔

☆ پیاز ہمیں گرمیوں میں لُو لگنے سے بھی بچاتی ہے۔

☆ یہ بلڈ پریشر کو کنٹرول کرتی ہے۔

☆ پیاز فالج سے بچاتی ہے۔

☆ پیاز دل کی بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

☆ سرخ پیاز کا استعمال کینسر میں بھی مفید ہے۔

☆ پیاز، پھیپھڑوں کے کام کرنے کے نظام کی مدد کرتی ہے۔

☆ کچی پیاز کھانے سے ہمارے جسم کا کولیسٹرول لیول نارمل رہتا ہے۔

☆ پیاز کا ہمارے خون کو پتلا رکھتی ہے، کیوں کہ اس میں سلفائڈ وافر مقدار میں موجود ہوتا ہے۔

☆ پیاز کے روزانہ استعمال سے ذیابیطس کے ہونے کے چانس کم رہ جاتے ہیں۔

☆ پیاز موسمی بیماریوں سے بچنے میں ہماری مدد کرتی ہے۔

☆ دمے میں کچی پیاز کھانا مفید رہتا ہے۔

☆ گلے کے بڑھے ہوئے غدود، کالی کھانسی، دمہ اور حلق کی بیماریاں، نزلہ، زکام، سردرد، مرگی اور معدے کے زخم کے امراض میں پیاز کا استعمال شفا بخش ہے۔

☆ زہریلے کیڑے، سانپ، بچھو کے کاٹنے پر بھی پیاز کا استعمال کیا جاتا ہے۔

☆ پیاز کا استعمال گہری نیند کا ضامن ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ کچھ ایسے اوقات بھی ہیں جن میں پیاز کا استعمال صحت کے لیے انتہائی مضر ہے، لہٰذا پیاز کو صبح یا شام کے وقت بالکل استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

تمام قارئین کرام سے مؤدبانہ عرض ہے کہ کسی بھی سبزی کے فوائد پڑھ کر اسے زیادہ نہ کھائیں، بل کہ اس کا استعمال اعتدال سے کریں اور اگر آپ کو کوئی خاص بیماری ہے تو اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کر کے کوئی بھی سبزی استعمال کریں۔

کتاب کا کیڑا

ڈاکٹر الماس روحی۔ کراچی

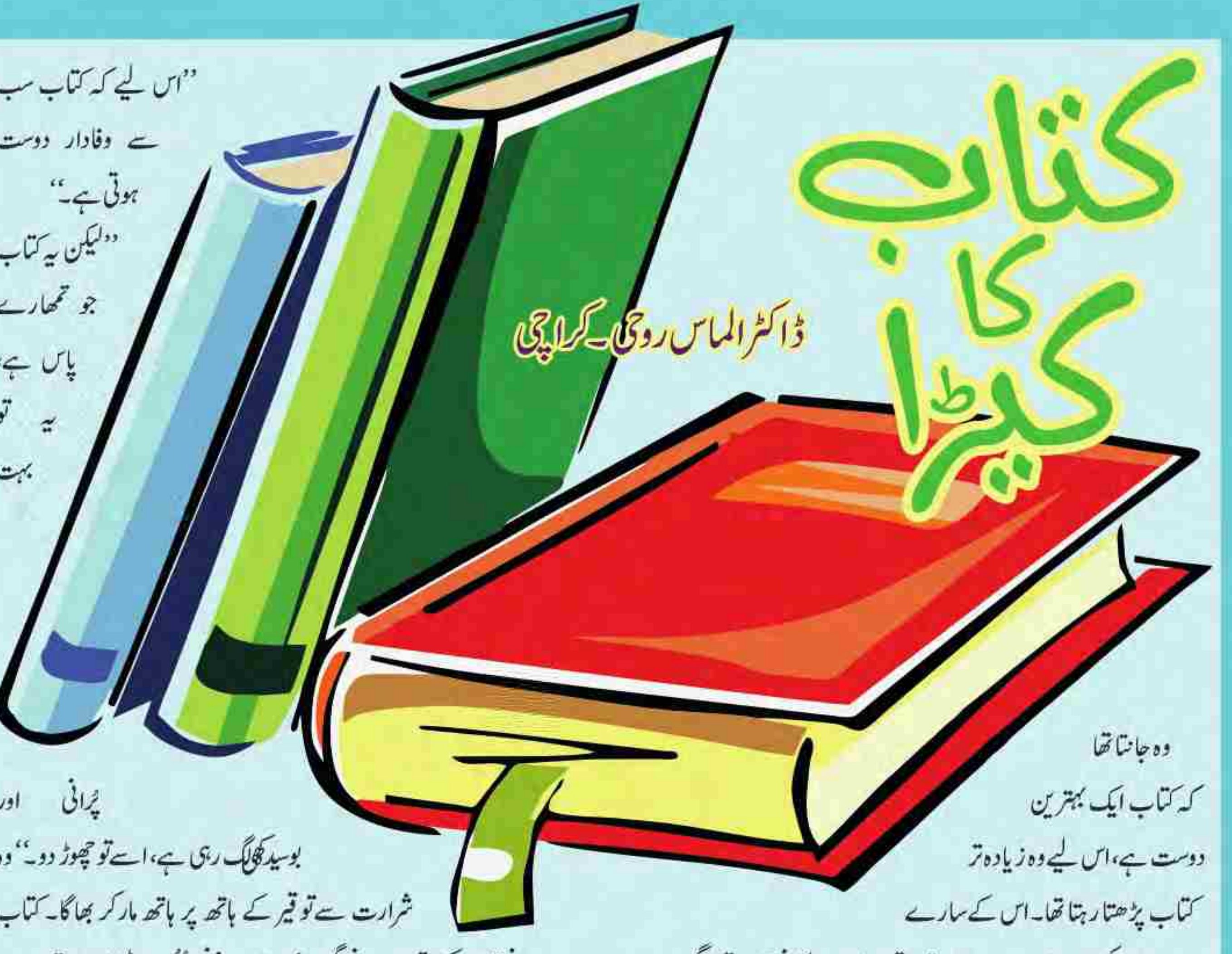

وہ جانتا تھا کہ کتاب ایک بہترین دوست ہے، اس لیے وہ زیادہ تر کتاب پڑھتا رہتا تھا۔ اس کے سارے دوست اس کی اس عادت سے چڑتے تھے۔ نام اس کا فرقان تھا، مگر سب اسے ''کتاب کا کیڑا'' کہتے تھے۔ وہ اکثر اپنے دوستوں کو سمجھاتا:

''کتاب بہترین معلّم ہے۔ یہ استاد کی طرح ہماری راہ نمائی کرتی ہے، خطرات اور مشکلات سے آگاہ کرتی ہے۔''

اس کا بھائی وقاص بُرا سا منہ بنا کر کہتا:

''کیا ہم دونوں ساتھ کھیل نہیں سکتے؟'' وقاص کی خفگی کے پیشِ نظر بے چارہ فرقان کچھ دیر کھیلتا۔ کچھ دیر کھیلنے کے بعد وہ پھر اپنے کمرے میں چلا آتا اور پھر کتاب پڑھنے لگ جاتا۔

وہ اسکول میں دیکھتا کہ اکثر بچے کتابیں بڑی بے دردی سے پھاڑ دیتے ہیں یا اُن میں آڑی ترچھی لکیریں لگا دیتے ہیں، لیکن وہ ایسا نہیں کرتا تھا، اس کی ساری کتابیں صاف ستھری ہوتی تھیں۔

......☆......

''تم اتنا کیوں پڑھتے ہو؟'' اس کی جماعت کے سب سے نکمے بچے توقیر نے ایک دن اس سے پوچھا۔

''اس لیے کہ کتاب سب سے وفادار دوست ہوتی ہے۔''

''لیکن یہ کتاب جو تمھارے پاس ہے، یہ تو بہت پُرانی اور بوسیدہ لگ رہی ہے، اسے تو چھوڑ دو۔'' وہ شرارت سے توقیر کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بھاگا۔ کتاب فرقان کے ہاتھ سے نیچے گر پڑی۔ اس نے فوراً اُسے اٹھایا اور احترام سے اپنے بستے میں رکھ لیا۔ اس کے دادا جان کہتے تھے:

''بیٹا! استاد، کتاب اور قلم کا ہمیشہ احترام کرنا۔'' فرقان رات کو کتاب پڑھ رہا تھا کہ اچانک اس نے دیکھا کہ میز پر رکھی کتاب کھڑی ہوئی اور بولی:

''میں ایک مخلص دوست ہوں۔ ایسی دوست جو ہر وقت اور ہر جگہ پڑھنے والے کا ساتھ دیتی ہوں۔ اس کا دل بہلائے رکھتی ہوں۔ مجھے پڑھ کر نیک اور پاکیزہ خیالات دل و دماغ میں پرورش پاتے ہیں۔ میں صبر و تحمل کا سبق بھی دیتی ہوں۔ لوگ میری قدر نہیں کرتے، لیکن مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ تم ایک اچھے بچے ہو، میری قدر کرتے ہو۔ تم ضرور زندگی کے ہر امتحان میں کام یاب رہو گے۔''

فرقان نے حیرت سے کتاب کی طرف دیکھا جو بہت اچھی باتیں بتا رہی تھی۔

''مجھے بہت دکھ ہوتا ہے جب میں کتب خانے کی الماری میں بند رہتی ہوں اور برسوں بعد کوئی تمھارے جیسا قدردان مجھے نکالتا ہے۔ میں باہر نکلتے ہی گہرے گہرے سانس لیتی ہوں۔ آج میں تمھیں ایک کام کی بات

بتاتی ہوں، جس طرح ایک اچھا دوست جو نیک ہو اور اچھے چال چلن کا مالک ہو، اپنے دوست کو بُرائی سے بچا لیتا ہے اور ایک بُرا دوست اپنی بدکرداری کی وجہ دوسرے دوست کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔ ایسے ہی اچھی کتابیں دل و دماغ اور عادت و اطوار پر اچھا اثر ڈالتی ہیں۔ تم بڑے انسانوں کی سوانح عمریاں، سفر نامے، تاریخی اور مذہبی کتابوں کا مطالعہ جاری رکھو، ان شاء اللہ! ایک دن ضرور بڑے آدمی بن جاؤ گے......'' کتاب کی بات جاری تھی کہ اچانک امی کی آواز پر فرقان کی آنکھ کھلی۔ امی اسے اٹھاتے ہوئے کہہ رہی تھیں:

''کتاب کا کیڑا ہے میرا بیٹا! رات دیر تک پڑھتا ہے۔ آج نتیجے کا دن ہے، کام یاب تو ضرور ہوگا، ان شاء اللہ!''

فرقان کو اول آنے پر اسکول کی طرف سے قیمتی کتابوں کا تحفہ ہی ملا۔ وہ آج بہت خوش تھا۔

مشکل الفاظ کے معانی:

کتاب کا کیڑا:	ہر وقت کتاب پڑھنے والا۔
معلّم:	استاد۔
خفگی:	ناراضی۔
مخلص:	وفادار، اخلاص والا، اچھائی چاہنے والا۔
صبر و تحمل:	برداشت۔
کتب خانہ:	لائبریری، وہ جگہ جہاں مطالعے کے لیے کتابیں ہوں۔
سوانح عمریاں (عمری):	کام یاب لوگوں کی پوری زندگی کے بارے میں لکھی گئی کتاب۔
سفر نامے:	سیر و سیاحت کے بارے میں لکھا گیا مضمون۔
بوسیدہ:	پُرانی، قدیم۔

کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کون سی گاڑی پیٹرول پمپ تک پہنچے گی۔

خوش خبری

مقابلۂ خوش خطی

طلبا و طالبات کے لیے انعامات جیتنے کے مواقع

بارہ مہینے بارہ انعامات

انعامات:

اول آنے پر 1000 روپے	دوم آنے پر 700 روپے
سوم آنے پر 500 روپے	

مقابلے میں شریک ہونے کے لیے مندرجہ ذیل فن پارے کو لکھیے۔ جو قاری اس فن پارے کو عمدہ انداز میں لکھنے میں کام یاب ہوگیا، وہ انعام کا حق دار ہوگا۔

تو پھر دیر کس بات کی! اٹھایئے کاغذ اور قلم، کیجیے مشق...... اور ہمیں جلد از جلد ارسال کر دیجیے۔

مقابلے سے متعلق ضروری ہدایات:

☆ کمپیوٹر پیپر (A-4 سائز) صفحہ استعمال کیجیے۔

☆ فن پارے کو لکھنے کے لیے فونٹین پین، پنسل، کٹا ہوا پین اور کٹا ہوا مار کر استعمال کر سکتے ہیں۔

☆ کالی اور نیلی روشنائی استعمال کیجیے، کوئی اور رنگ بالکل استعمال نہ کیجیے۔

☆ صفحے کے چاروں جانب سے تقریباً ایک ایک انچ کا فاصلہ رکھ کر نمونہ تحریر کیجیے۔

زیرِ انتظام

شعبہ خوش خطی، البدر ہائر سیکنڈری اسکول

طٰہٰ

نوٹ: فن پارہ ۳۱، دسمبر ۲۰۲۰ء تک ہمیں موصول ہو جانا چاہیے۔ ایک فن پارہ ایک طالب علم کی طرف سے قبول کیا جائے گا۔ کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا، جس پر اعتراض قابل قبول نہیں ہوگا۔ مقررہ تاریخ کے بعد وصول ہونے والے فن پارے مقابلے میں شریک نہیں کیے جا سکیں گے۔

اعجاز اور قائداعظم

ارم فاطمہ۔ لاہور

صبح کے سات بج رہے تھے، ناشتا دسترخوان پر لگ چکا تھا۔ امی اعجاز کو آوازیں دے رہی تھیں کہ آ کر ناشتا کر لو، پھر اسکول کے لیے تیار بھی ہونا ہے، مگر جب کمرے میں آ کر دیکھا تو وہ سو رہا تھا۔ ابھی بستہ بھی تیار کرنا تھا اور وین بھی اپنے وقت پر آ جاتی تھی۔ اکثر یہی ہوتا کہ وہ بغیر ناشتا کیے ہی اسکول چلا جاتا۔ امی اسے کئی مرتبہ کہہ چکی تھیں کہ بستہ رات کو تیار کر لیا کرو، تاکہ صبح دیر نہ ہوا کرے، مگر اعجاز ہوم ورک کرنے کے بعد کمپیوٹر پر گیم ضرور کھیلتا تھا، جس کی وجہ سے دیر سے سوتا اور پھر اُسے صبح اٹھنے میں دشواری ہوتی۔

رات کو گیم کھیلنے پر اُسے کئی مرتبہ ابو سے ڈانٹ بھی پڑ چکی تھی۔ اعجاز میں دو بُری عادتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ کبھی کوئی بھی کام وقت پر نہیں کرتا تھا اور دوسرے یہ کہ اپنا ہوم ورک اور ٹیسٹ کی تیاری ہمیشہ بعد میں کرتا تھا، پہلے کمپیوٹر پر گیم کھیلتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کوئی بھی کام یا تو اچھے طریقے سے ہو نہیں پاتا تھا یا پھر اَدھورا رہ جاتا تھا۔ سب سے زیادہ پریشانی یہی تھی کہ وہ ہوم ورک بمشکل کر پاتا تھا۔ اس کی اس عادت سے سبھی گھر والے پریشان تھے۔

۲۵، دسمبر قریب تھی۔ اس دن کے حوالے سے ان کے اسکول میں ایک پُروقار تقریب تھی۔ کلاس ٹیچر مس انعم نے کلاس کے ہونہار بچوں کو ۲۵، دسمبر کے حوالے سے بہت کچھ بتایا تھا اور اُنھیں مختلف پروگرام کے لیے تیار کیا تھا۔ حرا نے قائداعظمؒ پر نظم پڑھنی تھی، جنید نے قائداعظمؒ کی زندگی اور اُن کی پاکستان کے لیے جدوجہد پر ایک تقریر تیار کی تھی۔ اس تقریب میں ان کی کلاس نے ایک ٹیبلو بھی پیش کرنا تھا، جس میں بچوں نے تحریک آزادی کی مشہور شخصیات کے کردار اَدا کرنے تھے۔ جیسے کہ سدرہ کو مس انعم نے فاطمہ جناح کا کردار دِیا تھا۔ محمد اقبال، شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ بنا تھا، جنھوں نے پاکستان کا تصور پیش کیا تھا۔ علی، چوہدری رحمت علیؒ کا کردار نبھا رہا تھا۔ رحیم کو مس نے ماؤنٹ بیٹن بنایا تھا۔

سب بچے مس انعم سے پوچھ رہے تھے کہ قائداعظم کون بنے گا؟ مس انعم نے اعجاز کو جناح کیپ پہناتے ہوئے کہا: ”قائداعظم کا کردار اِعجاز ادا کرے گا۔“ ساجد نے طنز کرتے ہوئے کہا:

”مس! اعجاز تو اپنا کوئی بھی کام وقت پر نہیں کرتا، یہ قائداعظم کیسے بن سکتا ہے!“

اعجاز نے یہ بات سنی تو اُسے بہت برا لگا، مگر وہ خاموش رہا۔ مس انعم انھیں کئی دن تک تیاری کرواتی رہیں۔ ان کے لباس اور وہ تمام مکالمے یاد کروائے جو اُنھیں اسٹیج پر اَدا کرنے تھے۔ اعجاز بہت پریشان تھا، کیوں کہ اس سے تیاری ٹھیک طریقے سے نہیں ہو رہی تھی۔ اسے مکالمے یاد نہیں ہو رہے تھے۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ شاید اچھے طریقے سے کردار نہیں ادا کر سکے گا، مگر مس انعم نے اسے بہت حوصلہ دیا۔

۲۵، دسمبر کو تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ عبدالاحد نے نعتِ رسول مقبول ﷺ پڑھی، پھر قائداعظم کے لیے پرنسپل مس عائشہ نے دعائیہ کلمات ادا کیے اور اُن کی جدوجہد کو سلام پیش کیا۔ سب کے آخر میں ٹیبلو پیش کیا گیا۔ سب سے پہلے سدرہ نے فاطمہ جناح کے کردار میں قائداعظم کی زندگی اور اُن کی تعلیم میں کامیابیوں کا ذکر کیا کہ کیسے اپنے بیرسٹر بننے کے سفر میں انھوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کے بارے میں

بقیہ صفحہ نمبر 50 پر

ٹیڑھی اینٹ

عارف مجید عارف۔ حیدرآباد

سہیل ایک ذہین اور ہونہار طالب علم ہے۔ اس کی عمر ۱۴ سال ہے اور وہ آٹھویں جماعت میں زیرِ تعلیم ہے۔ اس کا تعلق ایک متوسط گھرانے سے ہے۔ اچھا طالب علم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ہم نصابی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔ خاص طور پر معلوماتِ عامہ اور تقریری مقابلوں میں بہت دل چسپی رکھتا ہے، جب کہ مصوری سے بھی اسے لگاؤ ہے۔ اس کے علاوہ کھیل کے میدان میں بھی اس کی بہت دل چسپی ہے۔ وہ ان تمام شعبہ جات میں اسکول کی سطح پر اور اِنٹر اسکول مقابلوں میں بھی کافی انعامات حاصل کر چکا ہے۔ اسکول اور خاندان میں وہ بہت فخر اور عزت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ ہر ایک اس کی صلاحیتوں کا معترف ہے۔ ان سب چیزوں کے علاوہ وہ مطالعے کا بھی شوقین ہے۔ بچوں کی کہانیاں اور ناول پڑھنا بھی اس کے مشاغل میں شامل ہے۔

سہیل کے ایک ہم جماعت آصف کے ماموں زاد بھائی کی کہانیاں بچوں کے مختلف رسائل میں باقاعدگی سے شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ایک دن آصف نے سہیل سے کہا:

''میرے کزن کی کہانیاں شائع ہوتی ہیں، اس کی خاندان میں کافی عزت ہے۔ ہر کوئی اس کی تعریف کرتا ہے۔ سہیل! تم اتنی اچھی تقریر کر لیتے ہو، کہانیاں بھی پڑھتے ہو۔ میرا خیال ہے کہ اگر تم بھی کہانیاں لکھنے لگ جاؤ تو تمھاری اسکول اور خاندان میں اہمیت اور بڑھ جائے گی۔''

اپنے ہم جماعت آصف کی یہ بات سہیل کے دل پر لگی کہ واقعی کتنا اچھا ہوگا جب میری بھی کہانیاں شائع ہوں گی اور ہر طرف میری واہ واہ ہو جائے گی۔ میری عزت اور اِحترام میں مزید اضافہ ہوگا اور سب میری تعریف کیا کریں گے۔ یہ سوچ کر وہ کافی دن تک کہانی لکھنے کی کوشش کرتا رہا، لیکن بات نہ بن سکی اور وہ کچھ بھی نہ لکھ سکا۔ شاید اُس کے خون میں وہ جراثیم ہی نہیں ہیں کہ وہ کہانی لکھ سکے۔ کچھ ناکام کوششوں کے بعد وہ اس معاملے میں ٹھنڈا ہو کر بیٹھ گیا۔

کچھ عرصے بعد وہ کسی کام سے قریبی بازار گیا تو اُسے وہاں ایک پرانی کتابوں کی دکان نظر آئی۔ ایسے ہی بغیر کسی ارادے کے وہ اس میں داخل ہو گیا۔ اس نے اپنی پسند کی دو چار بچوں کی کہانیاں خرید لیں۔ جب وہ دکان سے باہر نکلنے لگا تو اُس کی نگاہ ایک بوری پر پڑی جس میں کتابیں بھری ہوئی تھیں۔ معلوم کرنے پر دکان دار نے بتایا کہ اس میں وہ کتابیں ہیں جو کہ نامکمل ہیں، ان کے اگلے پچھلے صفحات غائب ہیں۔ سہیل نے دو چار کتابوں پر نظر ڈالی تو اُسے ایک بچوں کا رسالہ نظر آیا جو کافی بوسیدہ ہو چکا تھا۔ اس کا سرورق اور پچھلے صفحات بھی موجود نہ تھے۔ اس نے رسالے پر تاریخ دیکھی تو وہ تقریباً چالیس سال پہلے کی تھی۔ بغیر کسی ارادے کے سہیل نے وہ بھی خرید لیا۔ دو چار دِن بعد اُس نے رسالے کی کہانیاں پڑھنی شروع کیں تو اُسے وہ بہت دل چسپ لگیں۔ خاص طور پر ایک کہانی اسے بہت پسند آئی۔ نہ جانے کس لمحے شیطان نے اس کے دل میں یہ خیال ڈال دیا کہ کہانی بہت اچھی ہے اور سالہا سال پرانی بھی ہے، اب کسے یاد ہوگی۔ ویسے بھی کمپیوٹر اور اِنٹرنیٹ کا دور ہے، لوگ کتابیں کم ہی پڑھتے ہیں، لہٰذا یہ کہانی میں اپنے نام سے شائع کروا لیتا ہوں۔ یوں اس کہانی کے شائع ہونے سے میری واہ واہ ہو جائے گی۔ یہ خیال آتے ہی اس نے کہانی کو صاف صاف نقل کر کے ایک بچوں کے رسالے میں اپنے نام سے بھیج دیا۔

دو ماہ بعد وہ کہانی شائع ہو گئی۔ اسے بہت خوشی ہوئی کہ کہانی اس کے نام سے شائع ہو گئی ہے۔ اسے ذرا سی بھی ندامت اور شرمندگی نہ تھی کہ یہ تو سراسر چوری ہے، بل کہ اپنے آپ کو اونچا دکھانے کے لیے وہ اس احساس سے عاری ہو چکا تھا۔ اگلے ہی روز رسالہ لے کر وہ اسکول گیا اور اپنے ہم جماعت آصف کو دکھایا تو وہ بولا:

''دیکھا میں نہ کہتا تھا، تم یہ کام کر سکتے ہو، کمال کر دیا یار! تم کیا چیز ہو! ہر میدان میں پالا مار لیتے ہو۔''

دو تین دن میں ہی اسکول میں یہ خبر عام ہو گئی کہ سہیل نے ایک بہت اچھی کہانی لکھی ہے جو کہ شائع بھی ہو گئی ہے۔ اس کے کلاس ٹیچر نے بھی اس کی کہانی پڑھی تو تعریف کیے بنا نہ رہ سکے کہ واہ سہیل! تم نے کمال کر دیا! ہر جگہ تمھارے ہی جھنڈے گڑ رہے ہیں۔ اپنے کلاس ٹیچر سے تعریفی کلمات سن کر سہیل کا سینہ فخر سے اور پھول گیا۔ وہ مکمل طور پر شیطان کے شکنجے میں تھا۔ اسے اس بات پر تھوڑی سی بھی شرم اور ندامت نہیں تھی کہ وہ اپنی چوری کو اپنا کارنامہ بتا کر داد و تحسین وصول کر رہا ہے۔ اسے لگا کہ وہ اپنا مقصد حاصل کر چکا ہے۔

اگلے ہی ہفتے اسکول کے پرنسپل صاحب نے اسے اپنے دفتر بلا بھیجا۔ سہیل تو اسی موقع کے انتظار میں تھا کہ کب پرنسپل صاحب بھی اس کی کاوش کو سراہیں۔ وہ خوشی خوشی ان کے دفتر میں داخل ہوا۔ پرنسپل صاحب نے بڑی مسرت کے ساتھ اسے گلے لگایا اور کہا: ''تم نے تو اِس شعبے میں بھی اپنا نام لکھوا لیا ہے۔ دیگر شعبہ جات میں تو تم پہلے ہی اسکول کا نام روشن کر چکے ہو۔ اب تو تم کہانیاں بھی لکھنے لگ گئے ہو۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ تم اس اسکول کے ہونہار طالب علم ہو تمھارے کلاس ٹیچر تمھاری کہانی کی بہت تعریف کر رہے تھے۔ کل تم وہ رسالہ لے کر آنا، میں بھی وہ کہانی پڑھنا چاہتا ہوں۔'' سہیل خوشی اور فخر کے ساتھ ان کے دفتر سے باہر نکل آیا۔ اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹِک رہے تھے۔ وہ خوشی سے آسمان پر اُڑ رہا تھا کہ پرنسپل صاحب بھی اس کی تعریف کر رہے ہیں۔

اگلے ہی روز اس نے کہانی والا رسالہ پرنسپل صاحب کے حوالے کر دیا۔ انھوں نے اس سے رسالہ لے کر دراز میں رکھ لیا اور کہا کہ ''ابھی میں میٹنگ میں جا رہا ہوں، بعد میں پڑھ لوں گا۔ یہ کل مجھ سے واپس لے جانا۔'' اگلے دن سہیل یہ سوچ رہا تھا کہ کتنا مزہ آئے گا جب پرنسپل صاحب اس کی کہانی پڑھ کر مزید شاباشی دیں گے، تعریف کریں گے اور ہو سکتا ہے کہ اسکول کی اسمبلی کے موقع پر بھی اس کے لیے فخریہ جملے ادا کر دیں۔ اسی سرشاری کی کیفیت میں وہ ان کے دفتر میں داخل ہوا تو پرنسپل صاحب بہت سنجیدہ نظر آ رہے تھے۔

''کہانی میں نے پڑھ لی ہے، بہت اچھی ہے۔ کیا یہ واقعی تم نے لکھی ہے؟''

''جی سر! بالکل میں نے لکھی ہے۔ آپ کے تو علم میں ہے کہ میں تقاریر کے مقابلوں میں بھی شرکت کرتا ہوں۔'' پہلے وہ گھبرایا، پھر اپنا اعتماد بحال کرتے ہوئے بولا۔

''چلو، یہ تو خوشی کی بات ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ایک اور کہانی لکھو اور اُسے کسی رسالے میں بھیجنے سے پہلے مجھے دکھا دینا۔ ہفتے دس دن میں لکھ لو گے؟''

''جی سر!'' وہ ان کے دفتر سے باہر نکل آیا۔ وہ بہت پریشان تھا کہ اب کیا کرے۔ کس طرح ایک اور کہانی لکھے۔ پہلے والی تو نقل کی تھی، مگر چوں کہ وہ اپنی پہلی چوری پر شرمندہ نہیں تھا، اس لیے شیطان نے اس کے دل میں یہ خیال ڈال دیا کہ یہ کون سا مسئلہ ہے، اسی رسالے کی دوسری کہانی نقل کر کے پرنسپل صاحب کو دِکھا دیتا ہوں۔ اس سوچ کے ساتھ ہی وہ بے فکر ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد اُس نے دوسری کہانی نقل کر کے پرنسپل صاحب کے حوالے کر دی، جسے وہ اپنی دراز میں رکھتے ہوئے بولے:

''میں فرصت ملتے ہی دیکھ لوں گا، کل آ کر لے جانا۔''

اگلے روز وہ پرنسپل صاحب کے دفتر میں موجود تھا۔

''یہ کہانی بھی تم نے ہی لکھی ہے؟''

''جی سر! بالکل!''

''اچھا، تم ٹھیک ہی کہہ رہے ہو گے۔'' یہ کہہ کر پرنسپل صاحب نے اپنی دراز سے ایک پرانا سا رسالہ نکال کر اُسے تھما دیا۔

سہیل نے جب اسے کھولا تو اُس کی تو ''کاٹو تو بدن میں لہو نہیں'' والی حالت ہو گئی۔ یہ وہی رسالہ تھا جس سے سہیل نے دونوں کہانیاں نقل کی تھیں، لیکن یہ بہت عمدہ حالت میں تھا اور اِس کے سرورق سمیت تمام صفحات موجود تھے۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے۔

''سہیل مجھے تم پر بہت ناز تھا۔ تم میرے اسکول کے انتہائی ہونہار طالب علم ہو، لیکن تم نے مجھے شرمندہ کر دیا ہے اور میرا سر شرم سے جھکا دیا ہے۔ مجھے امید نہیں تھی کہ تم ایسی حرکت بھی کر سکتے ہو۔ تم نے جو کہانی نقل کی ہے وہ میری ہی

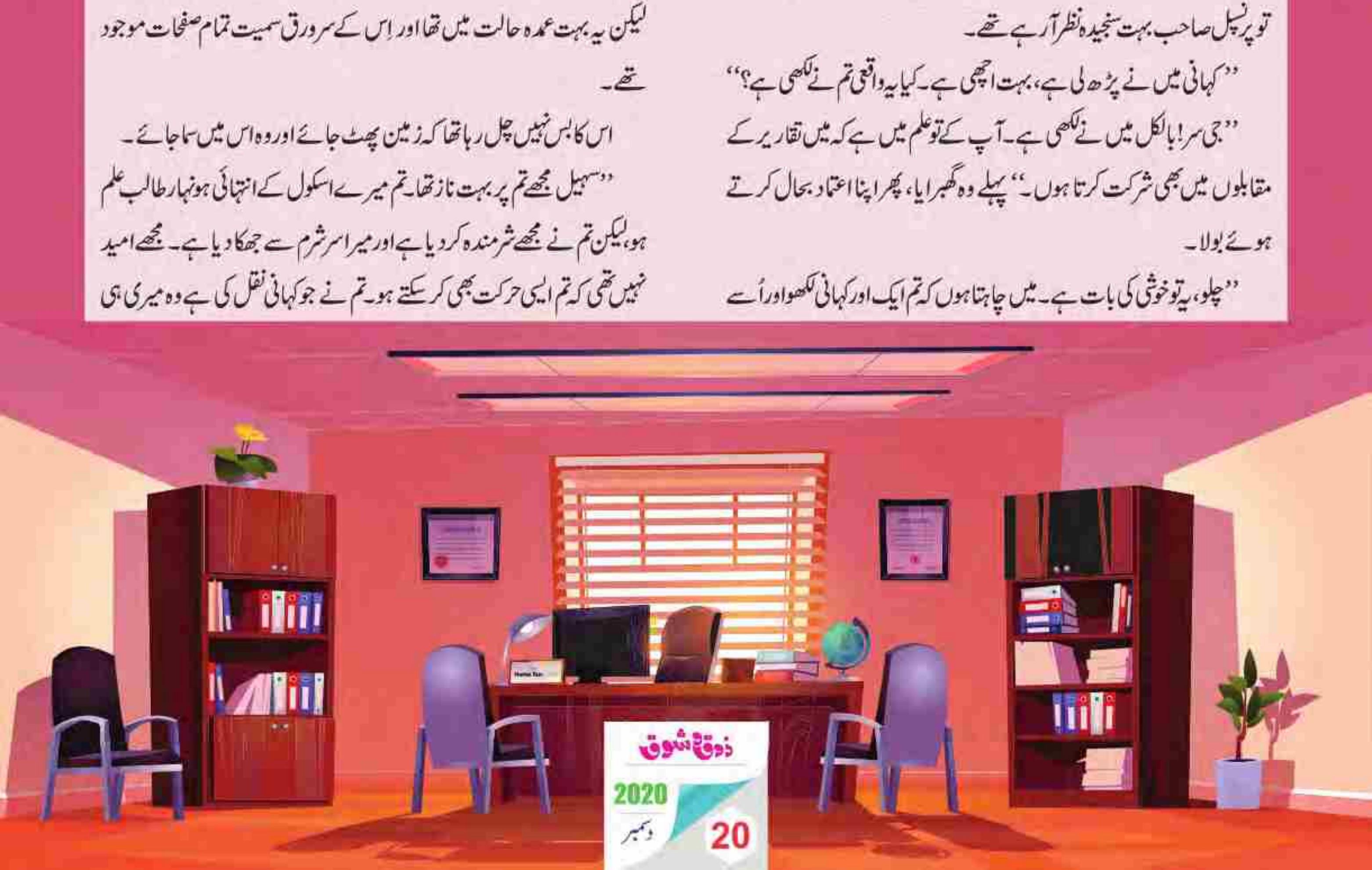

لکھی ہوئی ہے۔ میں بھی ایک زمانے میں قلمی نام سے کہانیاں لکھتا رہا ہوں اور تم نے بجائے شرمندہ ہونے کے دوسری کہانی بھی نقل کر کے مجھے دکھادی۔ یہ تو بہت ہی گھٹیا حرکت ہے۔ میں نے جب تمھاری پہلی کہانی پڑھی تو مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تم نے میری کہانی نقل کی ہے، لیکن میں نے تمھیں اس خیال سے شرمندہ نہیں کیا کہ شاید تمھیں خود ندامت ہو جائے۔ تم اسکول کے ہونہار طالب علم ہو۔ تقریری مقابلہ ہو، کوئز مقابلہ ہو یا کھیل کا میدان ہو، ہر جگہ اپنی اہمیت منواتے ہو۔ کیا تمھیں زیب دیتا ہے کہ تم اتنی غلط حرکت کرو۔ مجھے بتاؤ، کیوں کیا تم نے ایسا؟'' پرنسپل صاحب کہتے چلے گئے۔

''میں اپنے دوست کی باتوں میں آ گیا تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ تمھیں کہانیاں بھی لکھنی چاہییں۔ یہ بات مجھے اچھی لگی کہ اس سے میری شہرت اور بڑھ جائے گی اور ہر جگہ میرا ذکر ہوگا، اس لیے میں نے یہ غلط حرکت کی۔'' سہیل کے لہجے میں ندامت تھی۔

''کیا اب تم اس بات پر شرمندہ ہو؟''

''بالکل سر! مجھے احساس ہو گیا ہے کہ میں نے کتنی غلط حرکت کی ہے۔ میں شیطان کے بہکاوے میں آ گیا تھا کہ اس سے میں خاندان اور اسکول میں مزید مشہور ہو جاؤں گا اور ہر جگہ میرا ہی لوہا مانا جائے گا۔''

''دیکھو سہیل! تم ابھی کم عمر ہو، اس لیے یہ نادانی کر بیٹھے ہو۔ سنو، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کو کسی نہ کسی صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو مختلف چیزوں میں یکساں مہارت رکھتے ہوں۔ اگر کوئی اچھا ڈاکٹر ہو تو ضروری نہیں کہ وہ شاعر بھی ہو یا کھلاڑی ہو۔ سب کی اپنی اپنی صلاحیت ہے۔ اچھا شاعر، اچھا ادیب بھی ہو سکتا ہے، لیکن ضروری نہیں ہے۔ کچھ ہوتے بھی ہیں، لیکن ایسا کم کم نظر آتا ہے۔ تم خود دیکھ لو، اللہ تعالیٰ نے تم پر کتنا کرم کیا ہوا ہے کہ تم ایک اچھے طالب علم ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے مقرر، کھلاڑی اور معلومات عامہ کے ماہر بھی ہو۔ صرف اسکول میں اور خاندان میں ہی تمھاری عزت نہیں ہے، بل کہ دیگر اسکولوں میں بھی تمھیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اب یہ ضروری تو نہیں کہ تمھیں اچھے ادیب کے طور پر بھی جانا جائے۔ یہ تب اچھا ہوتا جب تم اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر کہانیاں لکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو صلاحتیں عطا کی ہیں ان میں بہتری پیدا کرو۔ ایسی حرکتوں سے بنایا ہوا نام خراب نہ کرو۔ ہر انسان ہر کام نہیں کر سکتا۔ یہی قدرت کا قانون ہے۔''

''سر! اب میں ایسا ہی کروں گا۔ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔''

''تم حماقت تو کر بیٹھے ہو، اب یہ دعا کرو کہ یہ بات یہیں دب جائے۔ مجھے امید ہے کہ تمھاری یہ نادانی کوئی اور نہیں جان سکے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم معاشرے میں ایک مقام پیدا کرو۔ تمھارے اندر بہت صلاحتیں ہیں، انھیں نکھارو اور اپنی آئندہ زندگی میں ان صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر معاشرے میں اعلیٰ مقام پیدا کرو۔ اگر تم کہانیاں لکھنا چاہتے ہو تو اپنا مطالعہ اور وسیع کرو اور کوشش کرتے رہو، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اندر صلاحیت بھی پیدا کر دے، لیکن ایسا نہ ہو سکے تو بھی مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم آئندہ ایسی کوئی حماقت نہیں کرو گے۔ اچھی تعلیم کے ساتھ اچھے انسان بنو گے اور اپنے والدین کے ساتھ ہمارا بھی نام فخر سے روشن کرو گے۔ کیا خیال ہے، کر سکو گے؟''

''جی سر! ان شاء اللہ تعالیٰ! میں ایسا ہی کروں گا۔ اور زیادہ محنت کروں گا، تاکہ زندگی میں سرخ رُو ہو سکوں اور اپنے والد اور اُستادوں کے لیے فخر کا باعث بن سکوں۔ مجھے اپنی حرکت پر سخت ندامت ہے۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ تو اللہ کا کرم ہے کہ وہ کہانی آپ کی تحریر کردہ نکلی، ورنہ تو نہ میری چوری پکڑی جاتی اور نہ میں یہ حرکت چھوڑتا، بل کہ اور شیر ہو کر اور بھی کہانیاں نقل کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا کرم فرمایا ہے کہ مجھے ابتدا میں ہی احساس ہو گیا ہے۔''

''بہت خوشی کی بات ہے کہ تمھیں اپنی غلط حرکت کا احساس ہو گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم آئندہ بھی اپنے والدین اور اسکول کا نام ہر شعبے روشن کرتے رہو گے۔''

''جی سر! ان شاء اللہ تعالیٰ! آپ مجھے ایسا ہی پائیں گے۔ میں یہ وعدہ کرتا ہوں۔''

یہ کہہ کر سہیل ان کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ اب وہ اپنے آپ کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

......☆......

سہیل کے کمرے سے باہر نکلتے ہی پرنسپل صاحب نے کرسی سے ٹیک لگالیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ وہ بہت مطمئن اور مسرور نظر آ رہے تھے کہ انھوں نے ایک ہونہار اور باصلاحیت طالب علم کی زندگی کی عمارت کی بنیاد میں لگی ٹیڑھی اینٹ کو سیدھا کر دیا ہے۔ اب انھیں یقین تھا کہ اب سہیل مستقبل میں ایک اچھا انسان بن کر معاشرے کا بہترین حصہ بنے گا۔ یہی سوچ ان کے اطمینان اور انبساط کی وجہ تھی۔

زبردست

مریم شہزاد۔ کراچی

جماعت ہشتم کی طالبات پورے اسکول میں مشہور تھیں۔ نصابی وغیر نصابی سرگرمیوں میں انھیں کوئی شکست نہیں دے سکتا تھا۔ سبھی مختلف صلاحیتوں کی حامل تھیں اور اُنھوں نے اپنے گروپ بنائے ہوئے تھے۔ ایک گروپ کوئز میں بازی لے جاتا تو ایک کو کھیل کے میدان میں مات نہیں تھی۔ کوئی تقریر بہترین کرتی، کوئی شاعری تو کوئی تمام اسکولوں سے مصوری میں انعام جیت کر آتی۔

ایک دن اردو کی استانی نے سوچا کہ کچھ دن بعد چند اسکولوں کے درمیان بیت بازی کا مقابلہ ہونے والا ہے تو کیوں نا بچیوں کا امتحان لیا جائے۔ انھوں نے جماعت میں آکر بچیوں سے شعر سنے جو حسبِ توقع سب نے بہترین سنائے، جس سے وہ بھی مطمئن ہوگئیں، کیوں کہ انھیں ہر حرف سے شعر یاد تھے۔ اچانک انھیں ایک خیال آیا اور اُنھوں نے کہا:

''آپ میں سے کسی نے بھی ''ڑ'' سے شعر نہیں سنایا۔''

سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگیں۔ آخر ایمن بولی:

''مس! ''ڑ'' سے تو کوئی لفظ ہی شروع نہیں ہوتا تو شعر کیسے ہوگا۔''

''اچھا تو پھر 'ژ' سے سنا دیں۔'' مس مسکراتے ہوئے بولیں۔

''مس!'' سب ایک ساتھ بول اٹھے۔ ''مس! 'ژ' سے بھی کوئی لفظ نہیں آتا۔''

''سوچیں، دماغ لڑائیں۔'' مس کو بھی انھیں چیلنج کرنے کا شوق ہوا۔

''اچھا چلیں، آپ کو کل تک کا وقت دیا، کل اسی دورانیے میں، میں آپ سے ''ڑ'' اور ''ژ'' سے اشعار سنوں گی۔'' یہ کہہ کر وہ جماعت سے چلی گئیں۔ اگلا دورانیہ خالی تھا، سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے، مگر کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ آخر یہ طے پایا کہ گھر جا کر واٹس ایپ گروپ پر بات کریں گے اور اس کا حل نکالیں گے۔

دوسرے دن جب استانی کمرۂ جماعت میں آئیں تو بچیوں کے لٹکے ہوئے چہروں کے بجائے پُر جوش انداز کو دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

''لگتا ہے کہ آپ لوگوں نے میدان مار لیا ہے! مل گئے اشعار؟'' انھوں نے بے یقینی سے پوچھا۔

''جی مس! مل گئے۔''

''ہائیں، مگر کیسے!؟'' ان کے منہ سے بے اختیار نکلا تو سب کو ہنسی آگئی، مگر فوراً ہی سب نے ضبط کر لی کہ وہ جانتی تھیں کہ باادب بانصیب! اور اُستادوں کا تو وہ سب سے زیادہ ادب کرتی تھیں۔

''مس! میں سناؤں!'' ایمن نے کہا۔ وہ مس کو شرمندہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔

''جی جی بالکل! میں بھی تو اپنی شاعروں کی شاعری سنوں۔''

''عرض کیا ہے......'' اس نے گلا کھنکھارا۔

''ڑ کے اوپر ط ہوتی ہے جناب
یقین نہ آئے تو دکھادوں کتاب''

''ماشاءاللہ! ماشاءاللہ!'' پوری جماعت نے داد دی۔

اب حفصہ کھڑی ہوئی:

''ڑ کہتا ہے: میں بھی ہوں اکیلا
شوق سے کھاتا ہوں میں کیلا''

اب ماہ نور کی باری تھی۔

''ڑ سے کوئی لفظ شروع ہوتا نہیں
پھر بھی اس سے کوئی ڈرتا نہیں''

ایک شعر رمشا نے سنایا:

''ڑ کے بعد ز، پھر س ، ش ، ص ، ض
کرتے رہو تم زور و شور سے ریاض''

''بس بس، اب 'ژ' کا بھی کوئی شعر ہے یا نہیں؟'' مس نے پوچھا تو جویریہ بولی:

''کیوں نہیں! لیجیے، سنیے:

''ژ کا مطلب تو مجھے معلوم نہیں
اس کو پڑھنا بھی مگر آساں نہیں

''بہت خوب!'' مس نے بھی داد دی۔

اب ایمن نے سنایا:

''ژالہ باری شروع ہوگئی گلگت اور ناران میں
گرمی بڑھ گئی مگر کراچی اور حیدرآباد میں''

''اُف گرمی! کیا کہنے!'' پیچھے سے آوازیں آئیں۔

''ژالہ باری میں مزہ آتا ہے کافی کا
گرم گرم چائے اور سوپ کا''

فضہ کے اس شعر پر مس نے کہا: ''تھوڑا بے وزن ہے، مگر چلے گا۔''

''بس!؟'' مس نے پوچھا۔

سب نے داد طلب نظروں سے مس کو دیکھا۔

''ماشاءاللہ! بہت اچھے، مگر ملے کہاں سے آپ کو یہ اشعار؟ کس شاعر نے لکھے؟ کبھی میری نظر سے تو نہیں گزرے۔'' انھوں نے تجسس سے پوچھا۔

''مس! یہ تو ہماری ایمن اور فضہ نے شاعری کی ہے۔'' حفصہ نے بتایا۔

یہ سن کر مس نے ان کی بھرپور تعریف اور حوصلہ افزائی کی اور کہا:

''یقیناً اس دفعہ بھی ہمارا اسکول ہی جیتے گا۔''

سب بچیوں! نے ایک ساتھ کہا:

''ان شاءاللہ!''

نظر کا علاج

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ (ایک دن) عامر بن ربیعہ نے (میرے والد) سہل بن حنیف کا جسم دیکھا تو کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! (سہل کے جسم اور اُن کے رنگ و روپ کے کیا کہنے!) میں نے تو آج کے دن کی طرح (کوئی خوب صورت بدن کبھی) نہیں دیکھا اور پردہ نشین کی بھی کھال (سہل کی کھال جیسی نازک اور خوش رنگ) نہیں دیکھی۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (عامر کا) یہ کہنا تھا کہ ایسا محسوس ہوا (جیسے) سہل کو گرا دیا گیا (یعنی انھیں عامر کی ایسی نظر لگی کہ وہ فوراً غش کھا کر گر پڑے)۔ انھیں اٹھا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا اور عرض کیا گیا:

''یارسول اللہ! آپ سہل کے علاج کے لیے کیا تجویز کرتے ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ تو اپنا سر بھی اٹھانے کی قدرت نہیں رکھتے۔'' آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل کی حالت دیکھ کر فرمایا: 'کیا کسی شخص کے بارے میں تمھارا خیال ہے کہ اس نے انھیں نظر لگائی ہے؟' لوگوں نے عرض کیا:

'(جی ہاں) عامر بن ربیعہ (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں ہمارا گمان ہے کہ انھوں نے نظر لگائی ہے۔'

راوی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) عامر کو بلایا اور انھیں ڈانٹا اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں مار ڈالنے کے درپے ہوتا ہے! تم نے سہل کو برکت کی دعا کیوں نہیں دی؟ (یعنی اگر تمھاری نظر میں سہل کا بدن اور رنگ و روپ بھا گیا تھا تو تم نے یہ الفاظ کیوں نہ کہے: ''بَارَكَ اللهُ عَلَيْكَ''، تاکہ ان پر تمھاری نظر کا اثر نہ ہوتا)۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر کو حکم دیا کہ (تم سہل کے لیے) اپنے اعضا کو دھوؤ اور اُس پانی کو اس پر ڈال دو، چناں چہ عامر نے ایک برتن میں اپنے اعضا (ہاتھ، پاؤں وغیرہ) دھوئے اور پھر وہ پانی سہل پر ڈال دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ سہل فوراً اچھے ہوگئے اور اُٹھ کر لوگوں کے ساتھ اس طرح چل پڑے جیسے انھیں کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

(شرح السنۃ موطا امام مالک)

سوال آدھا جواب آدھا ۱۵

الطاف حسین۔ کراچی

اس کھیل میں چند جملے ہیں، ہر جملہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں کچھ معلومات دی گئی ہیں، جب کہ دوسرے حصے میں اسی طرح کی معلومات آپ سے پوچھی گئی ہیں۔ آپ مطلوبہ معلومات ہمیں ۳۱، دسمبر تک ارسال کر دیجیے، ہم آپ کو اِس کا انعام روانہ کر دیں گے۔ ایک سے زیادہ درست جوابات موصول ہونے کی صورت میں قرعہ اندازی کے ذریعے تین قارئین کرام کو انعام سے نوازا جائے گا۔ کوپن پُر کر کے ساتھ بھیجنا نہ بھولیے گا۔

۱ حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید کی دس سورتوں میں آیا ہے۔ (سورۂ بقرہ، سورۂ آلِ عمران، سورۂ نساء، سورۂ انعام، سورۂ ہود، سورۂ یوسف، سورۂ انبیاء، سورۂ مریم، سورۂ عنکبوت اور سورۂ ص)...... آپ یہ بتائیے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کتنی سورتوں میں آیا ہے؟

۲ قرآن مجید میں سب سے کم آیات تیسری منزل میں ہیں، جن کی تعداد 665 ہے...... بتائیے قرآن مجید میں سب سے زیادہ آیات کس منزل میں ہیں؟

۳ ''غزوۂ بدر'' میں ایک اونچے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سائبان (عریش) بنایا گیا تھا۔ اب اُس مقام پر ''مسجدِ عریش'' یادگار کے طور پر موجود ہے...... آپ یہ بتائیے کہ ''مسجدِ فتح'' کس مقام پر تعمیر کی گئی ہے؟

۴ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابوتراب'' تھی...... بتائیے حضرت جندب رضی اللہ عنہ کی کنیت کیا تھی؟

۵ اُردن کی خبر رساں ایجنسی کا نام ''بترا (BITRA)'' ہے...... بتائیے ''مینا (MENA)'' کس ملک کی خبر رساں ایجنسی ہے؟

۶ پاک فوج کا عہدہ ''کیپٹن'' پاکستان ائیر فورس کے عہدے ''فلائٹ لیفٹیننٹ'' اور پاکستان نیوی کے عہدے ''لیفٹیننٹ'' کے برابر ہوتا ہے...... بتائیے پاک فوج کا عہدہ ''میجر'' پاکستان ائیر فورس اور پاکستان نیوی کے کس کس عہدے کے برابر تسلیم کیا جاتا ہے؟

۷ دنیا کی بلند ترین پہاڑی چوٹی ''ماؤنٹ ایورسٹ'' کا تعلق ''کوہِ ہمالیہ'' کے پہاڑی سلسلے سے ہے...... بتائیے ''کوہِ قراقرم'' کی بلند ترین چوٹی کون سی ہے؟

۸ علمِ کیمیا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کو ''Co2'' علامت سے ظاہر کیا جاتا ہے...... بتائیے علمِ کیمیا میں سلفر ڈائی آکسائیڈ گیس کو کس علامت سے ظاہر کیا جاتا ہے؟

۹ ''A.O'' اکاؤنٹ آفیسر کا مخفف ہے...... بتائیے ''S.O'' کس کا مخفف ہے؟

۱۰ ''آنکھ پھیر لینا'' اردو زبان کا ایک محاورہ ہے، جس کا مطلب ہے ''بے مروّت ہو جانا''...... آپ یہ بتائیے کہ ''آنکھ ٹیڑھی کرنا'' کا کیا مطلب ہے؟

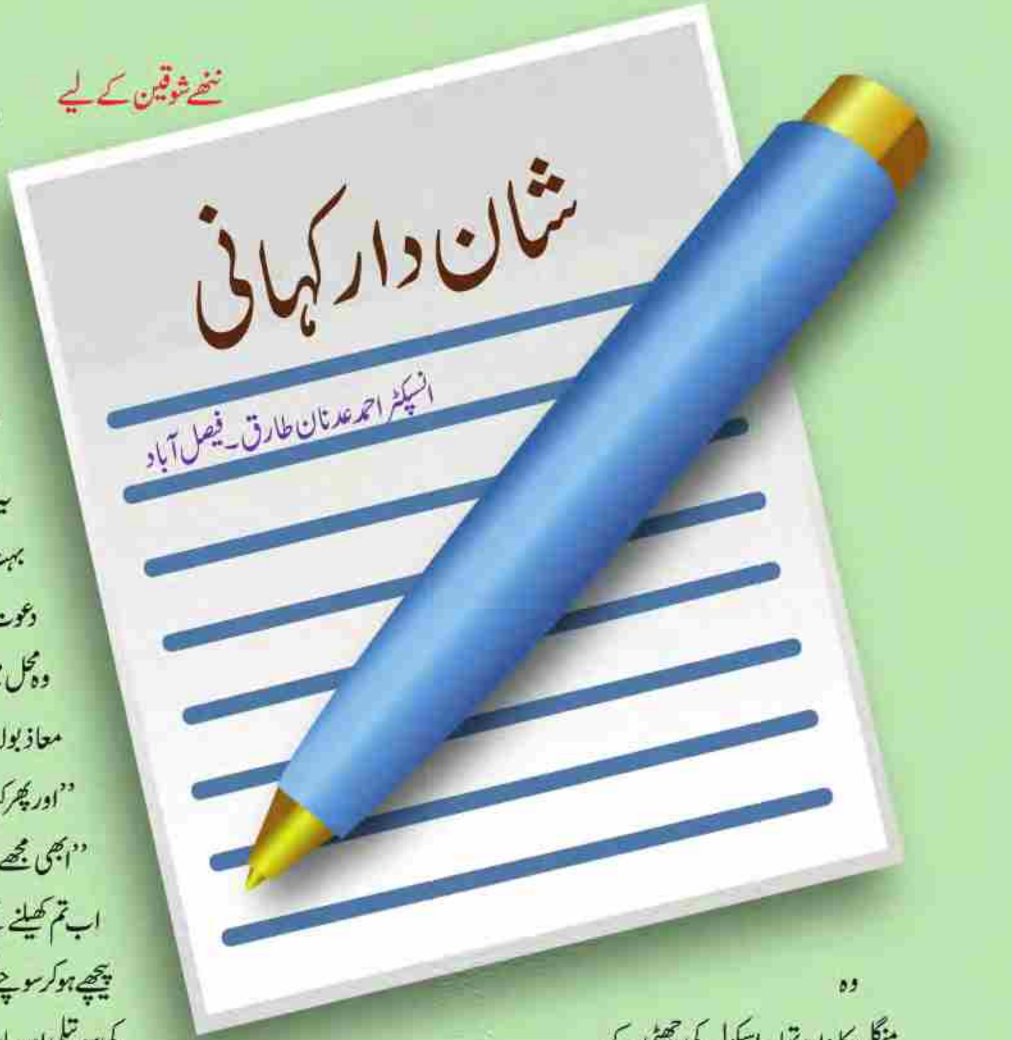

شان دار کہانی

انسپکٹر احمد عدنان طارق۔ فیصل آباد

وہ

منگل کا دن تھا۔ اسکول کی چھٹی کے بعد تزئین دوڑتی ہوئی گھر آئی اور گھر میں داخل ہوتے ہی شور مچادیا:

''امی ابو! دیکھیں، صرف ''اے۔'' نہیں، بل کہ ''اے۔ پلس'' نمبر مجھے مضمون نگاری میں ملے ہیں۔ اس نے بڑے جوشیلے انداز میں اپنا لکھا ہوا مضمون اپنے ابا کو دکھایا اور بولی:

''میڈم سعدیہ نے مجھے شاباش دیتے ہوئے کہا ہے کہ میں بہت اچھی مصنفہ بن سکتی ہوں جب میں بڑی ہو جاؤں گی۔''

ابا کمپیوٹر پر کوئی کام کر رہے تھے۔ انھوں نے اسے دیکھا اور بولے:

''بھئی، یہ تو بہت زبردست اطلاع ہے۔'' تزئین فوراً بولی:

''لیکن ابا! میں بڑے ہونے کا انتظار نہیں کرسکتی۔ میں آج ہی اپنی زندگی کی پہلی کہانی لکھوں گی اور یہ آج تک کی لکھی جانے والی تمام کہانیوں سے اچھی کہانی ہوگی۔''

پھر تزئین دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں گئی اور کہانی لکھنے لگی۔ کچھ لمحے گزرے ہوں گے کہ کمرے کا دروازہ کھلا، معاذ اندر داخل ہوا اور اُس سے پوچھنے لگا:

''کھیلنے نہیں جانا؟'' وہ تزئین کا چھوٹا بھائی تھا۔ تزئین بولی:

''میں نہیں جا سکتی بھائی! میں کہانی لکھ رہی ہوں۔'' وہ بولا:

''یہ شاید تمھاری پہلی اور آخری کہانی ہوگی۔ اچھا کہانی کس موضوع پر ہے؟''

تزئین بولی:

''یہ دنیا میں لکھی جانے والی سب سے اچھی کہانی ہوگی۔ یہ ایک بہت خوب صورت شہزادی کی کہانی ہے۔ وہ ایک بہت بڑے سے محل میں رہتی ہے۔ محل میں شام کو بہت بڑی دعوت ہے اور شہزدی کا پسندیدہ سرخ لباس نہیں مل رہا ہے۔ وہ محل میں اسے ڈھونڈ رہی ہے کہ آخر اُسے کون لے گیا ہے؟''

معاذ بولا:

''اور پھر کیا ہوتا ہے؟'' تزئین بولی:

''ابھی مجھے پکا پتا نہیں ہے۔ میں اس کے بارے میں سوچوں گی۔ اب تم کھیلنے کے لیے جاؤ، مجھے مکمل خاموشی چاہیے۔'' پھر وہ کرسی پر پیچھے ہو کر سوچنے لگی کہ لباس کہاں جا سکتا ہے؟ کیا میں لکھ دوں کہ شہزادی کی سوتیلی اور حاسد بہن نے اسے چھپا دیا ہے؟ کہیں ملکہ عالیہ نے سرخ لباس اس کی خالہ کی بیٹی کو تو خوش ہو کر نہیں دے دیا؟ لیکن سوچنے کے بعد اُسے ان میں سے کوئی خیال پسند نہیں آیا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس طرح کی کہانی تو دُنیا کی بہترین کہانی نہیں کہلا سکتی۔ اس نے کاغذ اُٹھایا، اسے مروڑا اور رَدی کی ٹوکری میں پھینک دیا اور بولی:

''میں کوئی اور کہانی لکھتی ہوں۔''

جب تزئین کی امی بازار سے واپس آئیں تو اُنھوں نے تزئین کے کمرے پر دستک دی اور کہنے لگیں:

''میں نے سنا ہے تزئین! تم ایک شہزادی کی کہانی لکھ رہی ہو۔''

تزئین بولی:

''نہیں امی! وہ پہلے لکھ رہی تھی، اب نہیں۔ اب میں ایک بلا کے متعلق لکھ رہی ہوں جو دُنیا کی سب سے خوف ناک بلا ہے۔ وہ دس فٹ لمبی ہے اور اُس کے سبز نوکیلے بڑے بڑے دانت ہیں۔ اس سے بہت بُری بدبو آتی ہے۔ وہ دوسری بلاؤں کو بھی دوست نہیں بناتی، کیوں کہ اسے شرم آتی ہے کہ وہ بدبودار ہے۔''

امی پوچھنے لگیں:

''اور پھر کیا ہوتا ہے؟''

تزئین بولی:

''میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی، لیکن میں اس سے آگے غور کر رہی ہوں۔''

لیکن تزئین کو کہانی آگے بڑھانے کے لیے پھر کوئی اچھوتا خیال ذہن میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آخر کون ہے جو اتنی بدبودار خوف ناک بلا سے ملنا چاہے گا؟ آخر وہ خود سے بات کرتے ہوئے بولی:

''چھوڑو، یہ بھی دنیا کی سب سے شان دار کہانی نہیں ہو سکتی۔'' اس نے وہ صفحہ بھی پھاڑا اور اُسے مروڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا۔

وہ بدھ کے روز بھی کہانی لکھنے کی کوشش کرتی رہی۔ اس نے ایک کہانی شروع کی جو بولنے والے توتے کے متعلق تھی، پھر دوسری کہانی رونے والے مسخرے کی تھی۔ اس نے ایک کہانی ایک خلائی جہاز کے متعلق شروع کی جو اُن کے گھر کے باغیچے میں آ کر اُترتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی تزئین نے کئی کہانیاں شروع کیں، لیکن انھیں ختم نہ کر سکی۔ اتوار والے دن شام کو تزئین نے ایک اور صفحہ مروڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینکا اور سوچنے لگی کہ اس نے پانچ پچھلے دنوں میں بیسیوں کہانیاں شروع کیں، لیکن کوئی مکمل نہیں کر سکی۔ وہ روہانسی ہو کر کہنے لگی:

''مجھے لگتا ہے کہ میں سب کہانیوں سے شان دار کہانی کبھی نہیں لکھ پاؤں گی۔''

اتنے میں اسے ایک کاغذ دکھائی دیا جو میز کے پائے کے نیچے پڑا ہوا تھا۔ اس نے وہ کاغذ اٹھایا، اس پر اُس کی پہلی لکھی ہوئی کہانی تھی، یعنی اس شہزادی کی کہانی جس کا سرخ لباس گم ہو جاتا ہے۔ اس نے کہانی دوبارہ پڑھی تو فوراً کہانی کے متعلق نئے خیالات اس کے ذہن میں آنے لگے۔ اس نے دوبارہ کہانی کو وہیں سے لکھنا شروع کر دیا جہاں اسے چھوڑا تھا۔ اس نے کھانے کے بعد تھوڑی سی کہانی لکھی، پھر پیر کے دن چھٹی کے بعد اُسے تھوڑا اور لکھا اور پھر رات کو سوتے وقت لکھا۔ آخر اُس نے اطمینان کا سانس لیا جب کہانی ختم کر کے اس نے نیچے ختم شد لکھا۔ وہ خوشی سے بولی:

''آخر میں نے کہانی مکمل کر ہی لی۔''

اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ کہانی دنیا میں لکھی جانے والی کہانیوں میں سب سے شان دار کہانی ہے یا نہیں، لیکن خود اُسے یہ کہانی پسند تھی۔

تزئین تیزی سے سیڑھیاں اترتی ہوئی گھر والوں کے پاس پہنچی اور سب کو جمع کر کے شروع سے کہانی سنانے لگی، پھر اُس نے پڑھا:

''شہزادی کے پاس بے شمار خوب صورت لباس تھے، جو اُس کے کمرے کے فرش پر بکھرے پڑے تھے، لیکن ابھی بھی اسے اپنا پسندیدہ سرخ لباس نہیں مل رہا تھا۔ شہزادی کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے سر سے تاج اتار کر زمین پر پھینک دیا اور روتے ہوئے بولی:

''مجھے لگتا ہے کہ میں اب کبھی وہ لباس نہیں ڈھونڈ پاؤں گی۔''

اس نے غم سے اپنا سر جھکا لیا، پھر اچانک اسے اپنی الماری کے کنارے میں ایک اور لباس دکھائی دیا۔ شہزادی نے فوراً وہ لباس نکالا۔ وہ اس کا وہی خوب صورت اور پسندیدہ سرخ لباس تھا جسے وہ ہر جگہ ڈھونڈتی رہی تھی، لیکن وہ الماری میں دوسرے لباسوں میں چھپا ہوا تھا۔ 'ختم شد'۔''

امی اور ابو نے اسے شاباش دی۔ تزئین نے کہانی والے کاغذات کو سمیٹا اور ہنستی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی، پھر اُس نے ردی کی ٹوکری میں پھینکی ہوئی دوسری نامکمل کہانیاں نکالیں، کچھ کو اُس نے محفوظ کر لیا اور کچھ کو ضائع کر دیا۔

کچھ دیر بعد ابا اسے شب بخیر کہنے اس کے کمرے میں آئے اور اُس سے پوچھنے لگے:

''بیٹا! تم نے اپنی شہزادی والی کہانی کا کیا نام سوچا ہے؟''

تزئین کو نہیں پتا تھا کہ وہ اس کہانی کا کیا نام رکھنا چاہتی ہے، لیکن پھر اُس نے دوسری کہانیوں کی طرف دیکھا، جنھیں وہ مکمل کرنا چاہتی تھی اور بولی:

''ابا! میں اس کا نام رکھوں گی: 'شان دار کہانی'۔''

قرآنی کوئز ۲ کے درست جوابات

۱ سورۂ فاتحہ سے سورۂ نساء تک۔

۲ ۵ سورتیں۔

۳ ۷ منزلیں۔

۴ پانچویں منزل۔

۵ سورۂ عصر، سورۂ کوثر، سورۂ اخلاص۔

آواز کا تعاقب

مصباح ناز۔ جہلم

فہد اسکول سے گھر آیا تو دروازے میں پاؤں رکھتے ہی عادتاً اس نے اونچی آواز میں سلام کیا، جس سے اندر بیٹھیں امی کو فہد کی آمد کا علم ہوگیا۔ اُنھوں نے سلام کا جواب دیا اور اُسے لاؤنج میں آنے کے لیے کہا۔ فہد لاؤنج میں داخل ہوا تو امی کے پاس بیٹھے ہوئے چچا کے بچوں عمر اور مریم پر نظر پڑی۔ انھیں دیکھ کر فہد کا منہ کچھ اُتر سا گیا۔ فہد کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اسے ان کا آنا پسند نہیں آیا۔ امی فوراً بولیں: ''آؤ فہد بیٹا! عمر اور مریم سے ملو۔ آج صبح تمھارے بابا گاؤں گئے تھے، آتے ہوئے عمر اور مریم کو بھی ساتھ لے آئے۔ ہفتے اور اِتوار کی چھٹی یہ اس مرتبہ ہمارے ساتھ ہی گزاریں گے۔''

یہ سن کر تو فہد کا منہ اور بھی لٹک گیا تھا کہ وہ دونوں دو دِن یہاں رہیں گے، کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ امی انھیں رات کو اُس کے کمرے میں سُلائیں گی۔ مجبوراً فہد نے آگے بڑھ کر انھیں روکھا سا سلام کیا اور ہاتھ منہ دھونے کے بہانے وہاں سے کھسک گیا۔

رات کے کھانے کے بعد فہد ہمیشہ کی طرح اپنا پسندیدہ گیم کھیلنے بیٹھ گیا تو بابا نے اسے ٹوکا کہ آج وہ عمر اور مریم کے ساتھ وقت گزارے، وہ کون سا روز روز آتے ہیں۔ فہد کو اَب ان کی موجودگی اور بھی کھٹکنے لگی۔ خیر، بابا جان نے بچوں کو کہانی سنانی شروع کی تو فہد بھی عمر اور مریم کے ساتھ بیٹھ کر کہانی سننے لگا۔ کہانی ختم ہوئی تو امی آئس کریم لے آئیں۔ سب بچوں نے آئس کریم کھائی اور جب سونے کا وقت ہوا تو امی نے فہد کے کمرے میں عمر اور مریم کے سونے کا بندوبست کیا۔

فہد جلدی سے بستر میں لیٹ گیا، تاکہ عمر اور مریم سے باتیں نہ کرنی پڑیں۔ وہ دونوں بھی سفر کی وجہ سے تھکے ہوئے تھے، اس لیے سونے کے لیے لیٹ گئے۔

رات کے ایک بجے کہیں سے عجیب سی سائیں سائیں کی آوازیں آنے لگیں۔ مریم کی آنکھ کھلی تو وہ ڈر گئی۔ اس نے اپنے بڑے بھائی عمر کو جگایا:

''بھائی! باہر سے نہ جانے کس چیز کی آواز آرہی ہے، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

''ڈرنے کی کوئی بات نہیں مریم! میں تمھارے پاس ہوں۔''

عمر نے مریم کو تسلی دی۔ ان کی باتوں کی وجہ سے فہد کی بھی آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلتے ہی وہ اُن دونوں پر برس پڑا:

''کیا بات ہے؟ آخر تم دونوں اتنی رات گئے کیا باتیں کر رہے ہوں؟''

عمر نے بتایا کہ مریم کو کچھ آوازیں سنائی دی ہیں اور اُسے ڈر لگ رہا ہے۔

اچانک فہد کو شرارت سوجھی اور وہ انھیں ڈرانے کے لیے بولا:

''ہاں، تم لوگوں کو اُس کی آوازیں آرہی ہوں گی یقیناً!''

''کس کی آوازیں؟'' مریم کانپتے ہوئے بولی۔

''ہمارے گھر کے اسٹور روم میں جن بھوتوں کا بسیرا ہے اور رات کو اکثر وہ باہر نکل آتے ہیں۔ انھیں ہماری تو عادت ہے، مگر گھر میں کوئی نیا بندہ آجائے تو اُسے یہ نہیں چھوڑتے۔''

یہ سن کر مریم رونے لگی تو عمر نے اسے سمجھایا کہ ایسا کچھ نہیں ہوتا، جس پر فہد بولا:

''اچھا مت مانو میری بات، جب وہ تمھارے پاس آئیں گے تو تمھیں پتا چل جائے گا۔''

عمر، مریم سے کہنے لگا:

''آؤ میرے ساتھ، ہم ان آوازوں کا تعاقب کرتے ہیں، دیکھنا وہاں کچھ نہیں ہوگا۔''

عمر اور مریم کمرے سے نکل گئے۔ فہد بھی ان کے پیچھے چپکے سے چل پڑا۔ آواز کا تعاقب کرتے ہوئے آخر کار وہ لاؤنج میں پہنچ گئے، جہاں کھڑکی سے ہوا ٹکرا کر عجیب آوازیں پیدا کر رہی تھی، کھڑکی ذرا سی کھلی

ہوئی تھی جس کی وجہ سے ایسی آوازیں آ رہی تھیں۔ عمر نے مریم کو بتایا کہ اس وجہ سے آوازیں آ رہی ہیں، مگر مریم بولی:

''لیکن فہد نے تو کہا تھا یہاں بھوت ہیں۔''

فہد جو چھپ کر اُن کے پیچھے آیا تھا اپنی ہنسی پر قابو نہ رکھ سکا اور ہنسنے لگا۔ مریم سمجھ گئی کہ یہ فہد نے شرارت کی تھی۔ عمر کو فہد کی یہ حرکت پسند نہ آئی۔ ابھی وہ اسے کچھ کہنے ہی والا تھا کہیں سے کچھ گرنے کی آواز آئی۔ آواز سنتے ہی فہد کے بھی ہاتھوں کے توتے اُڑ گئے اور وہ بھاگتا ہوا عمر اور مریم کے ساتھ چپک گیا۔

عمر نے فہد کو دیکھتے ہوئے غصے سے کہا:

''دیکھو فہد! اب اگر یہ کوئی تمھاری نئی شرارت ہے تو بتا دو۔''

فہد نے جواب دیا کہ وہ خود بھی نہیں جانتا کہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ پھر وہ تینوں کسی جاسوس کی طرح آواز کا تعاقب کرنے لگے۔ عمر بڑا تھا، اس نے جلد ہی معلوم کر لیا کہ آوازیں باورچی خانے میں سے آ رہی ہیں۔ سب عمر کی سربراہی میں باورچی خانے کو ہو لیے اور دروازے سے جھانکتے ہوئے باورچی خانے کا جائزہ لینے لگے۔ ابھی وہ یہاں وہاں دیکھ رہے تھے کہ فہد بولا:

''کون ہے جو میرے پاؤں پر چڑھ رہا ہے؟''

''میں نہیں ہوں۔'' مریم بولی۔

''میں بھی نہیں ہوں۔'' عمر نے کہا۔

اتنے میں عمر نے آگے بڑھ کر بتی جلائی تو دیکھا کہ فہد کے پاؤں پر چوہا ہے اور وہی باورچی خانے میں ہونے والی کھٹ پٹ کی وجہ ہے۔ فہد نے تو اُسے دیکھ کر شور مچانا شروع کر دیا، مگر عمر نے جلدی سے باورچی خانے کے دروازے کے پیچھے رکھی جھاڑو لی اور چوہے کو مار دیا۔ فہد نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنے کیے کی معافی بھی مانگی۔ یوں سب کی دوستی ہو گئی، پھر وہ کمرے میں جا کر اس واقعے کو یاد کر کے خوب ہنسے اور باتیں کرتے کرتے سو گئے۔

صبح فہد نے امی ابو کو عمر کی بہادری کا بتایا اور اپنی غلطی بھی مانی۔ امی ابو نے فہد کو پیار کیا۔ فہد بولا کہ اب اگلے ہفتے وہ گاؤں جائے گا۔ عمر اور مریم اس بات سے بہت خوش ہوئے۔

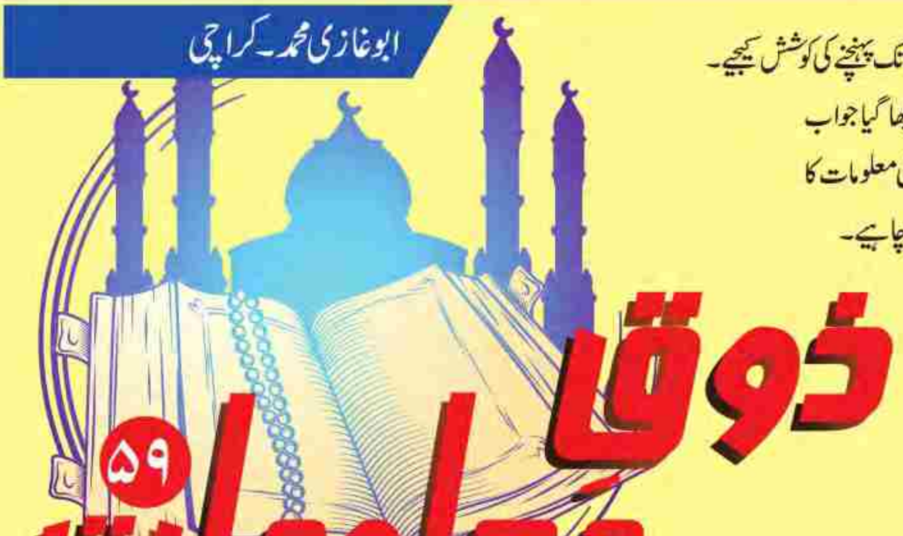

یہ کُل پانچ اشارات ہیں۔ آپ ان کی مدد سے درست جواب تک پہنچنے کی کوشش کیجیے۔ اگر آپ ان اشارات کے ذریعے جواب تک پہنچ جائیں تو بُوجھا گیا جواب آخری صفحے پر موجود کوپن کے ساتھ ہمیں ارسال کر دیجیے اور اپنی معلومات کا انعام ہم سے پائیے۔ آپ کا جواب ۳۱، دسمبر تک ہمیں پہنچ جانا چاہیے۔

یہ کیا ہے؟

۱ یہ ملک بّرِاعظم جنوبی امریکا میں واقع ہے۔ رقبے کے لحاظ سے یہ جنوبی امریکا کا سب سے بڑا اور دنیا کا پانچواں بڑا ملک ہے۔

۲ اس ملک کے مشرق اور جنوب میں بحرالکاہل، جنوب مغرب میں فرانسیسی گورینا، سُری نام گورینا، کولمبیا اور وینزویلا اور مغرب میں پیرو اور بولیویا واقع ہیں۔

۳ اس ملک کے صوبوں کی تعداد 23 ہے، جب کہ سرکاری زبان پُرتگالی ہے۔

۴ اس ملک میں دنیا کا مشہور دریا ''دریائے ایمیزن'' بہتا ہے۔ 6,296 کلومیٹر لمبے اس دریا کو دنیا کے دوسرے بڑے دریا ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ یہ دریا ''بحرِاوقیانوس'' میں جا گرتا ہے، جو دُنیا کا دوسرا بڑا سمندر ہے۔ اس کا بحری رقبہ 82,214,000 مربع کلومیٹر ہے۔

۵ اس ملک کا دارالحکومت بھی پاکستان کے دارالحکومت کی طرح باقاعدہ نقشے کے مطابق بسایا گیا ہے، اس لیے یہ دونوں شہر دُنیا کے جڑواں شہر مشہور ہیں۔

ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)

ارسلان اللہ خان۔ حیدرآباد

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں قمر اور ستارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)
بہت محترم ہیں پیارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)
ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ، ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)

خدا کے ہیں محبوب ، احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھی (رضی اللہ عنہم)
محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آنکھوں کے تارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)
ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ، ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)

وہ ہیں تربیت یافتہ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے
جبھی تو ہمیں ہیں دُلارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)
ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ، ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)

وفا ، علم ، حکمت ، محبت شعاری
ہیں اسلام کے ماہ پارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)
ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ، ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)

چلو جس کے پیچھے ہدایت ملے گی
ہدایت کے ہیں سب منارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)
ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ، ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)

کرو سب کی تعظیم اے مومنو! تم
کہ ہیں پاک طینت یہ سارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)
ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ، ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)

عتیق و عُمر اور عثمان و حیدر
محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہیں یہ نیارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)
ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ، ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)

ہوں سفیان یا حضرتِ معاویہ ہوں
سبھی رحمتوں کے ہیں دھارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)
ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ، ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)

کرو ارسلاںؔ! ذکرِ اصحابِ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
صداقت کہ ہیں استعارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)
ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ، ہمارے صحابہ (رضی اللہ عنہم)

گم شدہ بچہ

مدیحہ صدیقی۔ کراچی

ماسی زرینہ تیزی سے فرش پر پونچھا لگا رہی تھی۔ ثروت بیگم نے بڑھ کر پنکھا کھول دیا، تاکہ پونچھے کا پانی جلدی خشک ہو جائے۔ ماسی کی تلاش میں کام یابی کے بعد ثروت بیگم نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ اس محلے میں شفٹ ہونے کے بعد سے وہ اچھی ماسی کی متلاشی تھیں۔

ان کی صحت اس قابل نہ تھی کہ وہ گھر کے کام کاج صحیح طور پر انجام دے سکتیں، لہٰذا جیسے ہی پڑوس والی آنٹی نے اپنی کام والی ماسی زرینہ کا ذکر کیا تو ثروت بیگم نے فوراً ہامی بھر لی۔

اگلے ہی دن صبح ماسی زرینہ پہنچ گئی اور ایسی بہترین صفائی کی کہ ثروت بیگم نے جھاڑو پونچھے کے ساتھ ساتھ کپڑے اور برتن دھونے کا کام بھی اس کے حوالے کر دیا۔ وہ اس کی صفائی اور ذمے داری سے کافی مطمئن ہو گئیں۔

پرانا محلہ چھوڑتے ہوئے دو دُکھ تھے۔ ایک تو جگہ سے کئی سالوں کی مانوسیت اور جان پہچان کا چھوٹ جانا اور دوسرا جس علاقے میں منتقل ہوئے تھے وہاں سے وابستہ غم کیا تھا، ایک یاد تھی، لیکن یہاں منتقل ہونا ان کی مجبوری تھی۔ ان کے سات سالہ بیٹے ندیم کا اسکول بہت قریب تھا اور پھر ایک اچھا مکان نہایت مناسب داموں میں مل رہا تھا۔ بس یہی چیز تھی، جس نے انھیں یہاں منتقل ہونے پر مجبور کیا تھا۔ ماسی زرینہ کی جھگی یہاں سے دو گلیاں چھوڑ کر برسوں سے آباد ماسی، چوکی دار اور مالی وغیرہ جیسے غریب طبقے کی آبادی میں ایک کنارے پر واقع تھی۔ گھر کی دوسری جانب سڑک پار معروف ہسپتال اور ڈاک خانے وغیرہ تھے۔ ثروت بیگم جب بھی اپنے گھر کی بالکونی سے دیکھتیں تو لوگوں کے ہسپتال آمد و رفت کے منظر کو تکتے بہت سا وقت بیت جاتا۔ ان کا غم ہر روز ہی ہسپتال پر نظر پڑتے ہی تازہ ہو جاتا۔

یہی ہسپتال تھا جہاں اللہ تعالیٰ نے انھیں خوب صورت اور صحت مند جڑواں بیٹوں سے نوازا تھا۔ ثروت بیگم اور جمیل صاحب اللہ تعالیٰ کے اس عطیے پر پھولے نہیں سما رہے تھے۔ دونوں بچوں کے نام ندیم اور سلیم رکھے گئے۔ دونوں میں بے حد مشابہت تھی۔ اتنی کہ وہ خود بھی دونوں بچوں کی الگ الگ پہچان نہ رکھ پا رہے تھے۔ یہاں تک کہ انھیں نشانی رکھنی پڑی۔ سلیم کی پیشانی پر دائیں جانب موٹا سا تل تھا، جو کہ نہ صرف اس کا پیدائشی نشان بھی تھا، بل کہ دونوں بچوں میں فرق کا ذریعہ بھی تھا۔ بس یہی سلیم کی پہچان قرار پائی۔

اگلے مہینے کسی بیماری کے باعث ثروت بیگم ہسپتال میں داخل ہوئیں۔

رات ہونے پر نرس، ثروت بیگم کے آرام کی خاطر دونوں بچوں کو نرسری میں لٹا آئی۔ ابھی رات کا ابتدائی پہر ہی تھا کہ نرسری میں شور اُٹھا۔ جھولے میں سوئے ہوئے بچوں میں سے ایک غائب تھا۔ کوئی نرس کو مصروف پا کر ایک بچہ لے اُڑا تھا۔ یہ خبر ہسپتال میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ثروت بیگم کا رُو رُو کر بُرا حال تھا۔ وہ اپنے بچے کو پکارتیں اور غش کھا جاتیں۔ ہسپتال انتظامیہ اور پولیس نے خاصی پُھرتی دکھائی۔ محلے کے باہر نکلنے کے راستے بند کر دیے۔ آس پاس کے بنگلوں میں چھاپے مارے گئے، مگر پیشانی پر تل والا سلیم نہ ملنا تھا، نہ ملا۔

آخر تین دن اور رات ہر جگہ چھاپے مارنے کے بعد بھی سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہ آیا اور ثروت بیگم ندیم کو سینے سے لگائے گھر آ گئیں، مگر سلیم کی یاد انھیں

کسی پل جینے نہ دیتی۔ جمیل صاحب بظاہر تو بیگم کو دلاسے دیتے، مگر بیٹے کی گم شدگی کے غم نے زندہ دل جمیل صاحب کو بالکل خاموش کر دیا تھا۔

سات سال کا عرصہ اسی کرب میں گزر گیا، مگر ننھے سلیم کا کچھ پتا نہ چلا۔ اس محلے میں آنے کے بعد تو ہسپتال پر نگاہ پڑتی اور سلیم یاد آ جاتا۔

ندیم اب دوسری جماعت میں آ چکا تھا۔ ثروت بیگم کی شروع سے یہ عادت رہی تھی کہ جو کپڑوں کا جوڑا وہ ندیم کے لیے خریدتیں بالکل ویسا ہی وہ ایک اور سلیم کے نام سے خریدتیں اور کسی ضرورت مند کو دے دیتیں۔ اب ماسی زرینہ نے کام شروع کیا تھا تو سلیم کے نام سے خریدے جانے والا جوڑا ماسی کو دے دیا جاتا اور یہ اتفاق ہی تھا کہ جب بھی ماسی لے جاتی اگلے روز وہ بتاتی کہ ''باجی! وہ جوڑا تو میرے بیٹے کے بالکل ناپ پر آیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے اس کا ناپ لے کر سلوایا گیا ہے۔'' اور ثروت بیگم مسکرا دیتیں۔

ماسی زرینہ کا معمول تھا کہ صبح دس بجے گھڑی کی سوئی کے ساتھ ہی گھر میں داخل ہوتی اور بارہ بجے تک کام مکمل کر کے اگلے گھر چلی جاتی، کیوں کہ ثروت بیگم کا کہنا تھا کہ بچے کے اسکول اور میاں کے آفس جانے کے بعد ماسی آ کر اپنا کام کر لے اور آنے سے پہلے کام مکمل کر کے چلی جائے، تاکہ گھر کے افراد پریشان نہ ہوں۔ سو ماسی نے یہ اصول پلّے باندھ لیا تھا۔ اس کا سامنا نہ کبھی ندیم سے ہوا نہ کبھی جمیل صاحب سے، اور اتوار کے اتوار وہ چھٹی کرتی۔ ماسی زرینہ کو کام کرتے یہ چھٹا مہینا تھا۔ عید کی آمد آمد تھی۔ ثروت بیگم عید کے موقع پر ندیم کے لیے بہت ہی خوب صورت نیلے رنگ کا کڑھائی والا خوب صورت شلوار کُرتا لائیں تو سلیم کے نام کا خریدنا نہ بھولیں اور ماسی زرینہ کے حوالے کر دیا کہ یہ عید پر اپنے بیٹے کو پہنا دینا۔ ماسی زرینہ خوشی سے پھولی نہ سمائی۔

''باجی! میں یہ جوڑا اُسے پہنا کر آپ سے عید ملانے لاؤں گی۔'' اس نے خوش ہو کر کہا اور ثروت بیگم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

بالآخر عید کا دن آ پہنچا۔ صبح صبح فجر کے بعد جلد ہی عید کی نماز ادا کر کے جمیل صاحب بیٹے کے ساتھ راستے بھر عید مبارک کا تبادلہ کرتے گھر پہنچے۔ ندیم نیلے شلوار قمیص میں قرینے سے تیار ہوا بہت پیارا لگ رہا تھا۔ جمیل صاحب نے ندیم کو عیدی دی اور پیار کیا۔ ثروت بیگم نے بھی اسے گلے لگایا اور سلیم کو یاد کر کے بے اختیار اُن کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ ثروت بیگم نے چوکی دار اور مالی کے ساتھ ساتھ ماسی زرینہ اور اُس کے بیٹے کی عیدی بھی نکال کر الگ رکھ دی۔ ماسی زرینہ کے آنے پر مالی نے دروازہ کھولا اور اپنے کام میں لگ گیا۔ ماسی اپنے بیٹے کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ ثروت بیگم جو برتن سمیٹ رہی تھیں، لاؤنج میں آئیں تو ندیم کو تیل لگا کر مانگ نکالے دیکھا تو بول پڑیں:

''ارے! یہ اسے تیل کس نے لگا دیا ہے۔ میں نے صبح ہی تو شیمپو سے......''

آگے وہ جملہ نہ مکمل کر پائیں۔ بچے کی پیشانی پر دائیں جانب موٹا سا تل تھا۔

''باجی! یہ ہے میرا بیٹا سمو! دیکھیں کیسے ناپ کا آیا ہے یہ شلوار قمیص۔'' ماسی زرینہ اپنی ہی دھن میں بولتی چلی گئی۔ ثروت بیگم کی آواز سن کر جو جمیل صاحب لاؤنج میں آئے تو سکتے میں رہ گئے۔ اتنی دیر میں ندیم اپنی عیدی گنتا خوشی خوشی اندر داخل ہوا تو اپنا ہم شکل دیکھ کر حیرت سے آنکھیں پھاڑے تکتا رہ گیا۔ یہی حال ماسی کے بیٹے کا بھی تھا اور رہی زرینہ تو وہ تو کبھی سمو کو دیکھتی کبھی ندیم کو کہ یہ کیا ماجرا ہے۔

''سس سس......سلیم!'' جمیل صاحب ہکلاتے ہوئے بولے۔

''میرا بچہ!'' کہتے ہوئے ثروت بیگم نے اسے خود سے بھینچ لیا۔ کبھی وہ اس کے چہرے پر پیار کرتیں، کبھی رونے لگ جاتیں۔ تھوڑی دیر تک تو ماسی زرینہ کچھ نہ سمجھنے کے انداز میں دیکھتی رہی، پھر جو اُس نے رونا شروع کیا اور ''باجی! یہ تو میرا بچہ ہے، میرا بچہ ہے۔'' کا شور مچایا تو ثروت بیگم اور جمیل صاحب کو ہوش آیا، مگر اَب بھی چہروں پر کئی سوال تھے۔

''چلو، پہلے سکون سے بیٹھیں، پھر بات ہوگی۔'' آخر جمیل بولے۔

کچھ پانی وغیرہ پی کر اور کرسیوں پر بیٹھ کر حواس بحال ہوئے تو حال یہ تھا کہ سمو کا ایک ہاتھ ماسی زرینہ کے ہاتھ میں تھا تو دوسرا ثروت بیگم کے ہاتھ میں اور دونوں ہی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

''ماسی زرینہ! آپ دیکھ رہی ہیں کہ جسے آپ سمو کہہ رہی ہیں اور جو ندیم ہے، دونوں ہم شکل ہیں۔ اب یہ بتایئے، یہ سمو آپ کے پاس کیسے آیا، امید ہے سچ بتائیں گی۔''

ماسی زرینہ ایک بار پھر رونا شروع ہوگئی، اُس نے پھر یہی رٹ لگائی:

''یہ میرا بچہ ہے، یہ میرا بچہ ہے۔''

''ماسی! آپ سچ نہیں بتائیں گی تو پولیس کو بلانا پڑے گا۔ ہمارے سلیم کی گم شدگی کی رپورٹ پولیس کے ریکارڈ میں ہے۔'' جمیل صاحب بولے۔

پولیس کا نام سن کر ماسی گھبرا گئی۔

''کیا یہ بچہ آپ لے لیں گے؟'' ماسی ہکلائی۔ ''اسے میں نے پالا ہے، اس کی حفاظت کی ہے۔ یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔''

''ماسی! یہ بچہ آپ کے پاس کہاں سے آیا؟'' جمیل صاحب نے سخت لہجے میں کہا۔ ''آپ سچ سچ بتادیں۔''

''یہ بچہ آج سے سات سال پہلے مجھے اپنی جھگی کے باہر رات کے اندھیرے میں پڑا ہوا ملا تھا۔

سناٹے میں، میں نے ایک انسانی بچے کے رونے کی آواز سنی، باہر نکل کر دیکھا تو کباڑ کے پیچھے آڑ میں رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے اُٹھالیا۔''

ماسی نظریں نیچے کیے سنا رہی تھی اور دونوں میاں بیوی ہکا بکا سن رہے تھے۔

''پھر؟'' جمیل صاحب بمشکل تھوک نگلتے ہوئے بولے۔

''میری کوئی اولاد نہیں تھی۔ میری ممتا مچل گئی اور میں نے اسے رکھنے کا فیصلہ کرلیا۔''

ماسی زرینہ یہاں تک سنا کر خاموش ہوگئی۔ کچھ دیر جمیل صاحب خاموش رہے اور کڑی سے کڑی ملاتے رہے۔

''اب آپ دونوں سنیں جو کہانی میری سمجھ میں آئی ہے۔'' جمیل صاحب دھیمی آواز میں بولنا شروع ہوئے۔

''رات ہونے پر نرس نے ندیم اور سلیم کو نرسری میں لٹادیا اور کسی نے موقع ملتے ہی ایک بچہ غائب کردیا۔'' جمیل صاحب ٹھہر ٹھہر کر بول رہے تھے۔

''پھر وہ ہسپتال سے نکل بھاگا، لیکن تھوڑی دیر میں ہی پکڑ دھکڑ سے گھبرا کر اُس نے بچہ قریبی جھگیوں کے پاس ڈال دیا، جسے ماسی زرینہ نے آواز سن کر اُٹھا لیا۔ پولیس نے تمام ممکنہ جگہ تلاش کیا، مگر لگتا ہے جھگیوں کی طرف دھیان نہیں گیا۔'' جمیل صاحب نے بات مکمل کی۔

''بھائی جان! میں نے اسے پال پوس کر بڑا کیا ہے، میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میرے میاں کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ یہ میرا واحد سہارا ہے۔'' ماسی زرینہ نے سسکی بھری۔

''یہ بات بھی ٹھیک ہے۔'' جمیل صاحب نے کہا۔ ''آخر ماسی زرینہ نے اسے پالا بھی ہے اور اُس کی حفاظت بھی کی ہے۔ یہ ان کا ہم پر احسان ہے، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ سلیم ہماری اولاد ہے اور اَب اسے ندیم کی طرح پڑھنا لکھنا بھی ہے اور ہمیں اس کی تربیت بھی کرنی ہے، کیوں کہ جتنا ندیم کا حق ہے اتنا ہی سلیم کا بھی ہے۔'' جمیل صاحب نے سلیم کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''لیکن اس کے لیے کیا تدبیر کی جائے؟'' ثروت بیگم نے پوچھا۔

''کوئی ایسی تدبیر نکالنی ہوگی کہ یہ ماسی زرینہ سے بھی دور نہ ہو اور ہمارے پاس بھی رہے اور اس کے لیے ہم یہ کریں کہ ماسی زرینہ کو بھی اپنے گھر میں رکھ لیں اور سلیم ندیم کے کمرے میں رہے۔ اس طرح کوئی کسی سے جدا نہ ہوگا۔''

جمیل صاحب نے یہ بات کر کے سب سے تائید چاہی اور سب کے اثبات میں سر ہلانے پر مسکرا دیے۔

سوال آدھا، جواب آدھا ۱۳ کے درست جوابات

❶ دو۔

❷ فتح مکہ کے موقع پر (۲۰ رمضان ۸ ہجری کو)۔

❸ حضرت جعفر طیار بن ابوطالب رضی اللہ عنہ۔

❹ 14۔

❺ 8 جنوری 1918ء۔

❻ یہ سلطنتِ مغلیہ کے ایک ہیرے کا نام ہے جو حکومت برطانیہ کے قبضے میں ہے۔

❼ الجزائر، سینگال، موریطانیہ، گنی، آئیوری کوسٹ، برکینا فاسو اور نائیجر۔

❽ روپیا۔

❾ جنگِ عظیم دوم کی وجہ سے ''فٹ بال ورلڈ کپ'' (ٹورنامنٹ) منعقد نہیں ہوا تھا۔

❿ سخت مصیبت میں گرفتار ہونا۔

اعلان برائے ''شکر پارے''

شکر پارے کے لیے بھیجا جانے والا لطیفہ ایسا ہو کہ:

☆ اس میں اہل علم، علمائے کرام اور دین کے شعبے سے تعلق رکھنے والے احباب کا مذاق یا بے ادبی کا پہلو نہ ہو۔

☆ اس میں کسی فرد یا قوم کا مذاق نہ اڑایا گیا ہو۔

☆ اس میں کسی پیشے کا مذاق نہ اڑایا گیا ہو۔

☆ اس میں استاد کی بے ادبی کا پہلو نہ ہو۔

☆ اس میں والد کی بے ادبی کا پہلو نہ ہو۔

☆ اس میں والدہ کی بے ادبی کا پہلو نہ ہو۔

بکھرے موتی

قارئین

☆ لوگوں کی باتیں پتھروں کی طرح ہوتی ہیں۔ انھیں پیٹھ پر لاد و گے تو پیٹھ ٹوٹ جائے گی۔ ان کا ایک ڈھیر لگا لو گے تو اُن پر چڑھ کر بلند ہوتے چلے جاؤ گے۔

☆ جو لوگ جھک جاتے ہیں وہ کم زور نہیں ہوتے، بس ان میں رشتوں کو نبھانے کی چاہت دوسروں سے زیادہ ہوتی ہے۔

(اِذما کامران۔ کراچی)

☆ آپ کی آنکھیں اکثر وہی لوگ کھولتے ہیں جن پر آپ آنکھیں بند کر کے بھروسا کرتے ہیں۔

(عمروہ محمد حیات قریشی۔ نواب شاہ)

☆ کام یابی چاہتے ہو تو لگن کو اپنا دوست، احتیاط کو اپنا بھائی اور اُمید کو اپنا ہمنوا بنا لو۔

☆ نفرت کو نفرت سے نہیں، محبت سے جیتا جا سکتا ہے۔

☆ عمدہ سلوک عمر کو بڑھاتا ہے۔

☆ مطالعہ، غم اور اُداسی میں بہترین دوست ہے۔

(حافظ محمد عبداللہ جان۔ رحیم یار خان)

☆ سننے والا سن کر، دیکھنے والا دیکھ کر اور سہنے والا سہہ کر جب خاموش ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اب معاملہ اللہ کی عدالت میں پہنچ گیا ہے۔

☆ ہنسی کے پیچھے چھپا ہوا درد، غصے کے پیچھے اَن دیکھا پیار اور خاموشی کی گہرائی ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

(حافظ محمد اشرف، محمد ارشد۔ حاصل پور)

☆ اگر کوئی چاہتا ہے کہ حکمت و دانش اسے حاصل ہو تو فضول گفتگو ترک کر دے۔

☆ اگر کوئی چاہتا ہے کہ اسے وقار اور ہیبت ملے تو بے جا ہنسی اور بے موقع مزاح ترک کر دے، کیوں کہ یہ دونوں چیزیں ہیبت کو ختم کر دیتی ہیں۔

(عائشہ صدیقہ۔ سرگودھا)

☆ زبان ایک ایسا درندہ ہے کہ اگر اِسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو پھاڑ کھائے۔

☆ جس گھر میں تعلیم یافتہ نیک ماں ہوتی ہے وہ گھر تہذیب اور انسانیت کی یونی ورسٹی ہے۔

☆ خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے، جو کبھی نہیں مرجھاتا۔

☆ خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو خوش رکھو۔

(ام رومان۔ جھاوریاں)

☆ انسان کتنا ہی خوش قسمت کیوں نہ ہو، کچھ خواہشیں ادھوری رہ ہی جاتی ہیں۔

☆ دولت اور حسن کی لالچ میں کبھی اپنی سیرت خراب مت کرنا، کیوں کہ دولت دنیا ہی میں ختم ہو جائے گی اور حسن مٹی میں دفن ہو جائے گا، لیکن اچھی سیرت آخرت تک ساتھ دے گی۔

(لیلیٰ جلیل الرحمٰن یوسف زئی۔ جہانگیرہ)

☆ فتنۂ علم ہمیشہ فتنۂ جہل سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔

☆ دل کو روشن کرنا ہو تو غیر ضروری کی باتوں سے پرہیز کرو۔

☆ بُرے مزاج کو برداشت کرنا، اچھے مزاج کی بہترین علامت ہے۔

☆ دل میں آنے کا راستہ تو ہے، لیکن جانے کا راستہ نہیں، اس لیے جب کوئی دل سے جاتا ہے تو دل توڑ کر ہی جاتا ہے۔

(بنت محمد یعقوب عامر۔ لاہور)

مار نہیں، پیار

شبانہ رشید۔ راول پنڈی

احمد، علی اور فیضان آج بڑی شان بے نیازی کے ساتھ اسکول کی جانب رواں دواں تھے۔ کلاس، بل کہ اسکول کے شرارتی ترین طالب علموں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ''گورنمنٹ بوائز ہائی اسکول'' کے دروازے کے اندر داخل ہوتے ہوئے آج ان کا انداز ہی اور تھا۔ آنکھوں میں شرارت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ۔

بہت سے لڑکوں نے انھیں معنی خیز انداز میں گھورا۔ چند ایک نے ان پر جملے بھی کسے، مگر اُن کی شان بے نیازی میں فرق نہ آیا۔ بلال سے رہا نہ گیا:

''اب تم کچھ بتاؤ گے بھی یا پھر تینوں یوں ہی صرف دانتوں کی نمائش کرتے رہو گے؟''

کیوں کہ آج بہت دنوں بعد اُن کے چہروں پر حقیقی خوشی اور آنکھوں میں شرارت تھی، ورنہ پچھلے ماہ پڑنے والی ہیڈ ماسٹر صاحب کی مار نے انھیں مکمل خاموش کر دیا تھا، لیکن آج پھر وہی پُرانا انداز تھا۔

''اب بول بھی چکو۔'' اعظم نے انھیں ٹوکا۔

''ارے، تم سب بدھو ہو، بدھو۔'' احمد نے اعظم کو جواب دیا۔

''کیوں اے دانش ور صاحب!؟ ہم نے ایسا کیا کر دیا ہے جو ہم بدھو ہیں اور تم نے کون سا کارنامہ انجام دیا جو عالم آن لائن ہو؟'' بلال نے منہ بناتے ہوئے پوچھا۔

''زیادہ باتیں نہ کرو، بس آج دیکھتے جاؤ۔'' علی نے بازو چڑھائے۔

''ہاہاہا! اوئے! کیا اس دن کی مار بھول گئے ہو؟'' جب ہیڈ ماسٹر صاحب کا ڈنڈا اپنی پوری طاقت سے برس رہا تھا اور فیضان چیخ رہا تھا:

بس کریں سر جی! اب نہیں کریں گے۔ ہائے سر جی!''

اعظم نے فیضان کی نقل اتاری اور اُس کے نقل اتارنے پر سب ہنس پڑے۔

''بس آج سے مار ختم۔ اوپر سے آرڈر آ گیا ہے۔ ماسٹر صاحب کے ہاتھ میں اگر کسی نے ڈنڈا دیکھ لیا تو سمجھو اُن کی نوکری گئی۔'' علی نے بڑے مزے سے بتایا۔

''لہٰذا اَب جتنی مرضی شرارتیں کر لو، پڑھائی وڑائی ختم۔ سبق یاد ہے یا نہیں، کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا، کیوں کہ اب مار نہیں، پیار۔'' احمد نے علی کی بات کو آگے بڑھایا۔

''اچھا تو تم اس تختی کی بات کر رہے ہو جو اسکول کے دروازے کے باہر آویزاں ہے۔'' ادریس نے پوچھا۔

اتنے میں اسمبلی کی گھنٹی بج گئی۔ قطاریں لگیں اور وہ تینوں ایک ہی قطار میں کھڑے ہو گئے، مگر یہاں بھی ان کی ٹانگیں اور ہاتھ ہلتے رہے۔ سر زاہد کے گھورنے پر وہ سیدھے ہو گئے۔ ان کے کلاس ٹیچر سر حماد کلاس میں آئے تو تقریباً سب ہی خوش تھے۔

''سر جی!'' بلال کھڑا ہو گیا۔

’’ہوں، جی بولیے؟‘‘ سر حماد، جو رجسٹر پر کچھ لکھ رہے تھے، ویسے ہی سر جھکائے گویا ہوئے۔

’’سر جی! وہ سنا ہے، اب مار نہیں پڑا کرے گی۔‘‘ بلال نے اتنے معصومانہ انداز میں پوچھا کہ پوری جماعت ہنس پڑی۔

سر حماد نے جوں ہی سر اُٹھا کر اُنھیں گہری نظروں سے گھورا ساری جماعت کی آنکھیں جھک گئیں۔

’’جی!‘‘ سر حماد نے بھی بڑے معنی خیز انداز میں جی بولا۔

’’سر جی! اس طرح تو بچے پڑھنا چھوڑ دیں گے۔‘‘ ارسلان بڑے بھولے انداز میں بولا۔

’’ارسلاں میاں! آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، یہ ہمارا مسئلہ ہے۔ آپ کو پڑھانے کے ایک سو ایک طریقے ہیں ہمارے پاس۔‘‘ سر حماد کا جواب دینے کا انداز بھی ایسا تھا کہ علی، احمد اور فیضان منہ نیچے کیے کھی کھی کرنے لگے، مگر سر کے کان بھی کافی تیز تھے، آواز اُن تک پہنچ گئی۔

’’کھڑے ہو جاؤ تم تینوں، بڑی ہنسی آ رہی ہے۔‘‘ سر نے علی اور فیضان کو کانوں سے پکڑ لیا۔

’’اُف! ہائے!‘‘ سر نے قدرے زور سے کان مروڑے تھے اور احمد نے بھی منہ بناتے ہوئے پہلے ہی اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے اور سر جھکا لیا تھا۔

’’بیٹھو۔‘‘ سر نے درشتی سے کہا۔

’’نہیں، بل کہ کھڑے رہو، کل کیا کام دیا تھا فیضان!؟‘‘ سر کا لہجہ سخت تھا۔

’’وہ سر! میں نے آج کچھ بھی یاد نہیں کیا۔‘‘ فیضان نے جواب دیا۔

’’کیوں؟‘‘ سر کو حیرت ہوئی۔

’’وہ......سر جی! علی کہہ رہا تھا: اب اسکول میں مار نہیں پڑا کرے گی۔ حکومت کا آرڈر ہے: مار نہیں، پیار!‘‘

’’اچھا اچھا، تو آپ نے اس لیے اپنا سبق یاد نہیں کیا کہ سبق یاد نہ کرنے پر بھی آپ کو پیار ملے گا۔‘‘

’’سر! کل ہیڈ ماسٹر صاحب نے سارے ڈنڈے باہر پھینکوا دیے ہیں اور تمام استادوں کو ہدایت کی ہے کہ خبردار! میں کسی کے ہاتھ میں ڈنڈا نہ دیکھوں۔‘‘ علی بڑے جوشیلے انداز میں سر حماد کی معلومات میں اضافہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یوں جیسے سر آج پہلے ہی دن اسکول آئے ہوں۔

سر حماد، علی کی بات سن کر سر دُھننے لگے۔

’’لیکن بیٹا جی! میں مارنا چاہوں تو بغیر ڈنڈے کے بھی مار سکتا ہوں۔‘‘

’’وہ سر جی! ڈنڈا بہت زور سے لگتا ہے اور ہاتھوں سے آپ کتنا ماریں گے!‘‘ فیضان ان سب میں قدرے بے وقوف تھا۔ جیسی بات سنتا ویسی ہی اسے آگے بڑھا دیتا، بغیر نتیجے کی پروا کیے۔ سر حماد نے بڑے صبر و تحمل سے فیضان کی بات سن لی تھی، مگر باقی لڑکے فیضان کی بات سن کر دبی دبی ہنسی ہنس رہے تھے کہ اب فیضان کی شامت آئی۔

’’اچھاااا!‘‘ سر حماد کا اچھا کافی لمبا ہو گیا تھا۔

’’آپ مار کے ڈر سے کام کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ میں اور ایک جانور میں کوئی فرق نہیں۔ جانور پر بوجھ لاد دیں تو اُس کا مالک پیچھے سے اسے ڈنڈا مارتا ہے، پھر وہ آگے چلتا ہے۔ آپ بھی کہتے ہیں: ہم پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہے۔ اب استاد ڈنڈا مارے گا تو ہم پڑھیں گے، نہیں تو بوجھ ڈھونے والے جانور کی طرح ایک جگہ کھڑے ہو جائیں گے۔‘‘

تینوں کی نظریں ایک مرتبہ پھر جھک گئیں۔ ویسے سر نے ڈنڈا تو نہیں مارا تھا، لیکن سر کی یہ بات بھی کسی ڈنڈے سے کم نہیں تھی۔

’’ہم انسان ہیں، اشرف المخلوقات ہیں۔ اگر ہم بھی ڈنڈے کے زور پر کام کریں گے تو پھر ہم میں اور جانور میں فرق نہیں رہے گا۔

’مار نہیں، پیار‘ کا سلوگن تو ہے ہی انسان کے لیے۔ آپ بچے ہیں، طالب علم ہیں اور علم کا طالب، مار سے زیادہ پیار کا حق دار ہوتا ہے، اگر وہ صحیح معنوں میں علم کا طالب ہے تو!‘‘

سر کی بات سن کر پوری جماعت کی جھکی ہوئی نظریں اس بات کی طرف اشارہ کر رہی تھیں پیار کی مار بھی بہت سخت ہوتی ہے۔

مقابلہ خوش خطی ➊ کا درست جواب

☆ نواسۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ

ذوقِ معلومات ۵۷ کا درست جواب

☆ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

قرآن کوئز ۴

سعد علی چھیپا۔ کراچی

عزیز قارئین! پیشِ خدمت ہے ایک نیا انعامی سلسلہ بنام ''قرآن کوئز''، جس میں آپ سے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ''قرآن کریم'' کے بارے میں پانچ سوال پوچھے جائیں گے۔ صحیح جواب دینے پر آپ کو ملے گا بہترین انعام......

تو دیجیے جواب اور لیجیے انعام......

آپ کا جواب کوپن کے ساتھ ۳۱، دسمبر ۲۰۲۰ء تک ہمیں مل جانا چاہیے۔

سوال

۱ قرآن مجید میں آخری سجدہ کس سورت میں ہے؟

۲ وہ کون سی سورت ہے، جس کا ایک رکوع مکے میں اور دوسرا رکوع مدینے میں نازل ہوا؟

۳ لفظ ''سورۃ'' کا استعمال قرآن مجید میں کتنی مرتبہ ہوا ہے؟

۴ قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر کس سورت میں ہے؟

۵ ''زینت القرآن'' کس سورت کو کہا جاتا ہے؟

آزما لیجیے!

یوسف شعیب احمد۔ ؟

آج میں آپ کے سامنے دوبارہ حاضر ہورہا ہوں۔ اوہ، اوہ! مجھ سے تو بھول ہوگئی، میں تو پہلی بار حاضر ہوا ہوں آپ کے اس پیارے سے ذوق وشوق میں۔ چلیے، تعارف چھوڑیے، اصل بات پر آتا ہوں۔ میں آپ کو اپنی اور موبائل کی آپ بیتی سناؤں گا۔

میرا اور میرے موبائل کا جو رشتہ تھا وہ اتنا گہرا تھا کہ وہ شاید کبھی نہ ٹوٹ پاتا۔ اکثر میرا وقت موبائل پر ہی گزرتا اور وقت کیسے گزر جاتا پتا ہی نہ چلتا۔

میں باہر ملک میں پیدا ہوا اور وہیں پلا بڑھا، پھر مزید تعلیم کے لیے مجھے پاکستان آنا پڑا، لیکن ہر سال والدین سے ملنے باہر آنا جانا رہتا ہے۔ ایک دفعہ ایسے ہی ایک سفر میں مجھے پاکستان آنا تھا۔ فلائٹ کا وقت قریب تھا اور پیکنگ کچھ نہ تھی۔ میں نے پیکنگ شروع کی۔ جیسے جیسے فلائٹ کا وقت قریب آتا گیا اور گھڑی ٹک ٹک کرتی گئی، ویسے ویسے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی گئیں۔ جلدی جلدی تیار ہوا، اتنے میں ائیرپورٹ کے لیے گاڑی نے ہارن دیا۔ ہم سب جلدی جلدی میں گاڑی میں بیٹھ گئے۔ تمام چیزیں لے کر نکلا تھا کہ آدھے راستے میں یاد آیا کہ جلدی جلدی میں میرا ساتھی، میرا ہم سفر، میرا موبائل گھر پر رہ گیا ہے۔ پھر کیا تھا؟ آنکھیں اشک بار ہوگئیں، وقت رُک سا گیا۔ اب آگے کا سفر اکیلے کرنا تھا۔ عجیب سی تنہائی کا سامنا تھا۔ بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا اور اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہا۔ راستے میں رہ رہ کر میں موبائل کو یاد کررہا تھا۔

موبائل کی موجودگی میں مجھے اپنی کتابیں پڑھنے کا بالکل شوق نہیں رہا تھا، لیکن اب اپنے ساتھی کے نہ ہونے کی وجہ سے میں نے کچھ پڑھنا شروع کیا اور جب نتیجہ آیا تو میں دسویں پوزیشن پر آیا تھا، پھر میں نے موبائل نہ ہونے کے غم میں اور کتابیں پڑھنا شروع کردیں اور میں نے سب سے زیادہ ''ذوق وشوق'' پڑھا۔ ''ذوق وشوق'' پڑھنے کے بعد میں نے سوچا کہ میں کیوں لکھاری نہیں بن سکتا اور میں نے کچھ لکھنے کی ٹھانی، اس طرح میں نے کچھ لکھنا شروع کیا۔

خیر، اب جب کہ میرے پاس موبائل نہیں تھا اور میری سال گرہ بھی قریب آرہی تھی، ویسے ہمارے گھر میں سال گرہ کا رواج تو نہیں ہے، کیوں کہ میرا گھرانا تھوڑا بہت دین دار ہے، لیکن پھر بھی میں نے امی سے کہا، کیوں کہ ابو سے کہنے کی ہمت نہیں تھی، کیوں کہ ابو کی مار کا آپ سب کو اندازہ تو ہے ہی (دے دنا دھن، دے دنا دھن)، میں نے امی کو چپکے سے کہا کہ آپ مجھے موبائل بھیج دیں۔ امی نے جواب دیا کہ سال گرہ کے تین دن بعد موبائل پاکستان پہنچ جائے گا۔ ایک طرف میں خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا کہ سال گرہ میں بہت کم وقت ہے، لیکن دوسری طرف اس بات کا غم تھا کہ موبائل، سال گرہ سے پہلے نہیں مل سکتا، لیکن اتنے دنوں میں ایک بات ضرور سمجھ میں آگئی تھی کہ موبائل ہم بچوں کے لیے بہت نقصان دہ ہے، کیوں کہ بڑے لوگ تو پڑھ لکھ چکے ہیں، مگر ہمیں تو ابھی خوب محنت کرنی ہے۔ میں بھی جب موبائل سے دور ہوا تب ہی کچھ پڑھ اور لکھ پایا ہوں، اس لیے یہ بات میرے اور آپ سب کے لیے ضروری ہے کہ ہم کم سے کم وقت موبائل پر لگائیں اور زیادہ سے زیادہ اپنے وقت کو قیمتی بنائیں۔

انگریزی کا ایک مقولہ ہے:

Reader is leader!

اصل حاکم تو وہی ہے جو خوب مطالعہ کرتا ہے۔

اور

If you kill the time, the time will kill you!

اگر تم وقت ضائع کروگے تو وقت تمھیں ضائع کردے گا۔

خیر، آخر میں ایک مزے کی بات بتاتے ہوئے اپنی تحریر کا اختتام کرتا ہوں، وہ یہ کہ میں اپنے گھر میں سب سے چھوٹا ہوں، گھر میں سب مجھے ''چوچف'' بلاتے ہیں اور ایک بات تو آپ کو پتا ہی ہوگی، (اگر نہیں پتا تو اس میں میری غلطی بالکل بھی نہیں ہے)۔

خیر، وہ بات یہ ہے کہ چھوٹا ہونے کے جتنے فائدے ہیں اتنے نقصانات بھی ہیں، جیسے کہ دروازہ کھولنا اور پانی پلانا تو چھوٹے بھائی کا ہی کام ہوتا ہے۔ دسترخوان اٹھاتے اٹھاتے بوڑھا ہونے والا ہوں، مگر ابھی بھی مجھے ہی اٹھانے کو کہا جاتا ہے اور اِس طرح کچھ لوگ بڑے ہونے کے مزے لوٹتے ہیں۔ چلیے، بس کیجیے، مجھے پانی لینے جانا ہے، ورنہ تو آپ کو پتا ہے نا، اگر نہیں پتا تو آزما لیجیے!

مجرم کی تلاش ۲

محمد عمر بن عبدالرشید۔ کراچی

''پتا نہیں سر! کیوں میں ساری رات بے چینی محسوس کرتا رہا۔ میرے ذہن میں بس یہی کھٹکا تھا کہ فائل ہم نے غلط جگہ رکھی ہے۔ یہاں فائل رکھ کر ہم نے خطرہ مول لیا ہے۔ اسے یہاں سے کوئی چُرا لے گا۔'' اشعر نے یہاں تک کہہ کر رُکا اور پھر دوبارہ بولا:

''اور پھر میں آج صبح ہی اپنا اطمینان کرنے پہنچا تو یہاں اپنے خیالات کو حقیقت پایا، کیوں کہ فائل واقعی غائب تھی۔''

''چلو اچھا ہے، ہمیں پہلے ہی معلوم ہو گیا کہ فائل غائب ہے، یعنی یہ آج رات اُڑائی گئی ہے، کیوں کہ کل شام تک تو یہاں موجود تھی، میں خود اسے دیکھنے آیا تھا۔ اب ہمیں جلدی سے کسی طرح یہ فائل واپس حاصل کرنی ہے، کیوں کہ اسے دشمن ملک کے ہاتھوں میں پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔'' انسپکٹر فراز جلدی سے بولے۔

''مگر کیسے سر!؟ ہم فائل تک کس طرح پہنچیں گے۔ ہمیں معلوم ہی نہیں کہ مجرم کون ہے؟ اور جب مجرم کے بارے میں ہی نہیں معلوم تو فائل کس طرح حاصل کریں گے؟'' انسپکٹر اشعر مایوسانہ انداز میں بولا۔ یہ سن کر انسپکٹر فراز بولے:

''لیکن اشعر! تم ایک بات بھول رہے ہو۔ اگر ہمارے پاس ثبوت نہیں تو مجرم تک پہنچنے کا ایک دوسرا راستہ بھی ہے، اور وہ ہے شک، ہم شک کی بنیاد پر بھی مجرم تک پہنچ سکتے ہیں۔''

''اور آپ کو شک کس پر ہے سر!؟'' قدرے توقف کے بعد انسپکٹر اشعر نے پوچھا۔

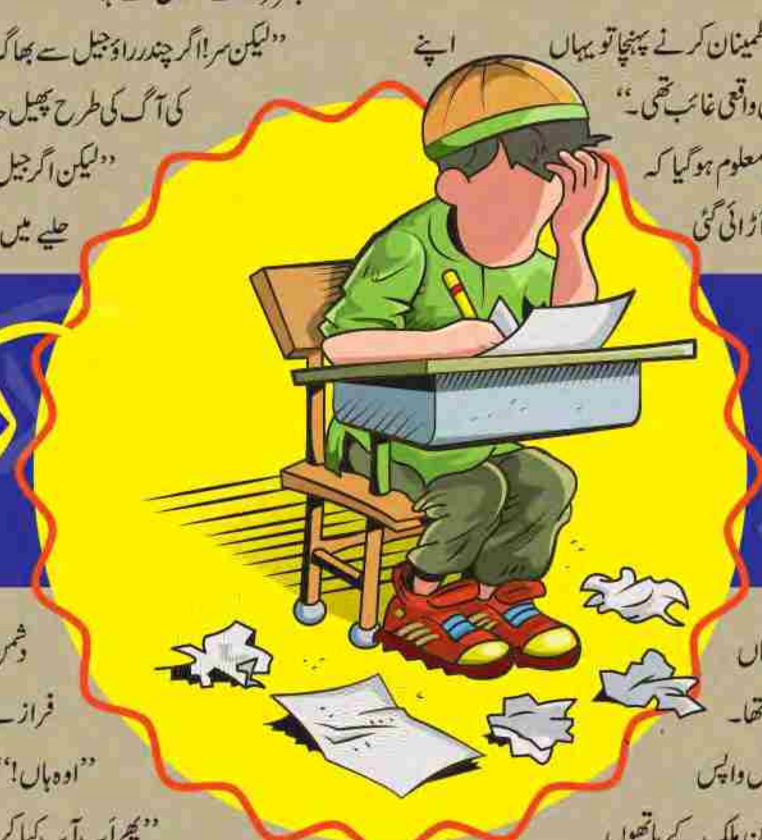

''چندر راؤ۔'' انسپکٹر فراز نے جواب دیا۔

''اوہ!'' انسپکٹر اشعر کے منہ سے نکلا۔ ''لیکن اسے تو ہم نے چھے ماہ پہلے ہی پکڑ لیا تھا اور اب تو وہ کالی جیل میں قید ہے۔''

''اشعر! تم ذرا غور کرو، چھے ماہ پہلے چندر راؤ ہمارے ملک میں اس فائل کو اُڑانے کی غرض سے آیا تھا، لیکن ہم نے اسے آخری موقع پر ہی پکڑ لیا تھا اور اَب فائل پھر غائب ہے تو شک اس پر بھی جاتا ہے۔ شاید وہ جیل سے بھاگ گیا ہو۔'' انسپکٹر فراز نے تفصیل سے کہا۔

''لیکن سر! اگر چندر راؤ جیل سے بھاگ گیا ہوتا تو یہ خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی۔'' انسپکٹر اشعر نے نکتہ پیش کیا۔

''لیکن اگر جیل میں چندر راؤ کی جگہ کوئی اور اُس کے حلیے میں موجود ہو۔ نجانے ہمارے ملک میں دشمن ملک کے کتنے ایجنٹ ہیں۔'' انسپکٹر فراز نے وضاحت پیش کی۔

''اوہ ہاں!'' انسپکٹر اشعر چونک اٹھا۔

''پھر اَب آپ کیا کریں گے؟''

''کالی جیل کے سپرنٹنڈنٹ انتظام غوری کو فون کروں گا، تاکہ چندر راؤ کے بارے میں معلوم کر سکوں۔'' یہ کہہ کر انسپکٹر فراز نے جیب سے موبائل نکالا اور اِنتظام غوری کے نمبر ملائے۔ سلسلہ ملتے ہی انتظام غوری کی چہکتی آواز سنائی دی:

''آہا، انسپکٹر صاحب! کہیے، کیسے فون کرنا ہوا؟''

''السلام علیکم!'' انسپکٹر فراز نے اس کی بات سنی اَن سنی کر دی۔

''وعلیکم السلام!'' انتظام غوری کچھ جھینپ سا گیا۔

دراصل مجھے آپ سے چندر راؤ کے بارے میں معلوم کرنا تھا۔ آپ ذرا دیکھ آیئے کہ وہ لاک اَپ میں موجود ہے یا نہیں۔'' انسپکٹر فراز نے بات شروع کی۔

’’جی چندر راؤ! کیا کوئی مسئلہ ہوگیا ہے۔‘‘ انتظام غوری کی پریشانی میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

......(جاری ہے)......

ہمدردی

علی جان عبد۔ ٹنڈو جام

’’ارے، یہ سراج کہاں رہ گیا؟‘‘ جنید نے پریشانی اور حیرانی کی ملی جلی حالت میں کہا۔

’’لگتا ہے کہ کسی راہ گیر کی مدد کرنے کے لیے رُک گیا ہوگا۔‘‘ معاویہ نے ہمدردی اور حسن ظن کے پہلو کو اُجاگر کرتے ہوئے کندھا اُچکایا۔

’’ہاں ہاں، تم تو حسن ظن کے پیکر بنے رہو، اسے گئے ہوئے کافی وقت ہوگیا ہے، ابھی تک وہ نہیں لوٹا۔ ہماری انتظار کی وجہ سے جان نکلنے کو ہے اور وہ نجانے کہاں ہے۔‘‘ جنید نے طنزیہ انداز میں اپنی بے صبری اور بوکھلاہٹ کو ظاہر کیا۔

’’یار! صبر کرو، صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے اور اچھے گمان کے تو کیا ہی کہنے! اس سے دلوں میں محبتیں پیدا ہوتی ہیں اور رشتے جڑتے ہیں۔‘‘ معاویہ نے جواب دیا تو جنید بولا:

’’اچھا بھائی! اچھا، اب ذرا سراج کے صحیح سلامت جلدی واپس آنے کی دعا کرو۔ میرا تو مونگ پھلیاں کھانے کی خوشی میں دل بلیوں اُچھل رہا ہے۔‘‘ جنید نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اپنے شوق کا اظہار کیا۔

’’یار! مع......معذرت، وہ......وہ!‘‘ کچھ دیر بعد سراج کمرے میں داخل ہوا اور اَٹکتی ہوئی زبان سے کچھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ کہہ سکا۔

’’کیا’ وہ وہ‘ لگا رکھی ہے۔ مونگ پھلیاں کہاں ہیں اور اتنی دیر کہاں تھے؟‘‘ جنید نے گھورتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا۔

’’یار! آرام سے۔‘‘ معاویہ نے اپنا ہاتھ سراج کے کندھے پر رکھتے ہوئے جنید سے کہا۔

’’اچھا جی! تو بھائی میاں سراج! اتنی دیر کیوں کردی اور آپ کے ہاتھ خالی خالی نظر آرہے ہیں۔ مونگ پھلیاں کہاں ہیں؟‘‘ جنید چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجا کر اور پُرتکلف نرم لہجے میں بولا۔

’’جب میں مونگ پھلیاں لینے کے لیے ٹھیلے والے کے قریب پہنچا تو وہاں ایک بوڑھی عورت موجود تھی، جس کے ساتھ ایک معصوم چھوٹی بچی بھی تھی......‘‘ سراج نے جب اپنی کارگزاری سنانا شروع کی تو جنید نے اپنی کرسی سراج کے قریب کرتے ہوئے بات کو جاری رکھنے پر اُبھارنے کے لیے سوالیہ انداز میں ’’تو‘‘ کہا۔

’’تو اچانک لال بتی نے تیز رفتار گاڑیوں کو آہستہ کرتے کرتے بالکل روک دیا، پھر وہ بوڑھی عورت اپنی چھوٹی بچی کے ساتھ گاڑیوں کے آگے ہاتھ پھیلا پھیلا کر کافی دیر تک امداد کی درخواست کرتی رہی۔ مم......مگر!‘‘ سراج کی آنکھوں نے صبر کے بند کو توڑ کر آنسوؤں کی دو لڑیاں بنائیں تو اُس کی زبان بوجھل ہو کر ہکلانے لگی۔

’’مگر کیا بھائی! جلدی بتاؤ، آگے کیا ہوا؟‘‘ جنید کی بے تابی بے چینی میں بدل رہی تھی اور سراج کا ایک لمحہ کے لیے خاموش ہونا بھی اس کی برداشت سے باہر تھا۔

’’مگر سب نے اس کی خستہ حالی کے باوجود اُس کی مدد نہ کی۔ وہ بوڑھی عورت ایک کنارے پر جا کر کھڑی ہوگئی اور اپنی حسرت اور اُمید بھری نگاہوں سے کبھی دوڑتی ہوئی گاڑیوں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف اور کبھی آسمان کی طرف دیکھ دیکھ کر رونے لگی۔‘‘ سراج نے اپنی آنکھوں سے اشکوں کو صاف کرتے ہوئے بات مکمل کی۔

’’اس کے بعد کیا ہوا؟‘‘ معاویہ نے ایک سرد سانس بھرتے ہوئے کہا۔

’’پھر میرے دل میں اس کی مدد کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ میں اس بوڑھی عورت کی طرف گیا اور اُس کے ہاتھ پر دوسو روپے، ایک سو اپنی جیب سے اور ایک سو جو آپ نے مونگ پھلیاں خریدنے کے لیے دیے تھے، رکھ کر واپس آگیا۔ اب آپ لوگوں کی مرضی ہے، اگر چاہو تو میں آپ کے ایک سو روپے واپس کردوں گا اور اگر چاہو تو آپ کے ایک سو روپے بھی اللہ کی راہ میں خرچ ہوکر ہمیشہ رہنے والی نعمتوں میں تبدیل ہوجائیں۔‘‘

سراج نے جنید اور معاویہ کو صدقہ کرنے کی ترغیب دے کر اپنی درد بھری کہانی کو مکمل کیا تو اُن دونوں نے بھی صدقے کی نیت کرلی اور ہمیشہ غریبوں کی مدد کرنے اور ہمدردی کا پُرعزم جذبہ لے کر کھلکھلاتے ہوئے چہروں کے ساتھ سلام کا تبادلہ کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

ہاتھی اور چیونٹی

علی رشید۔ کراچی

ایک جنگل میں ایک ہاتھی رہتا تھا۔ اسے اپنے بڑے ڈیل ڈول پر گھمنڈ

تھا۔ وہ روزانہ جنگل کے دوسرے جانوروں کو تنگ کرتا اور اُن کا مذاق اُڑاتا۔

ایک دن وہ جنگل سے گزر رہا تھا۔ اس نے ایک توتے کو دیکھا، وہ درخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر ہاتھی زور سے بولا:

’’تم وہاں کیا کر رہے ہو؟ دیکھتے نہیں کہ ہم یہاں سے گزر رہے ہیں۔ میں اس جنگل کا سب سے زیادہ طاقت ور جانور ہوں۔ چلو، اب ادب سے میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔‘‘ توتے نے کہا:

’’میں تو نہیں کھڑا ہو رہا۔‘‘ ہاتھی نے کہا:

’’کیا تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں؟‘‘ ہاتھی غصے سے دھاڑا، مگر پھر بھی توتا کھڑا نہیں ہوا۔ غصے میں ہاتھی نے پورا درخت اکھاڑ دیا۔ اب توتا اس درخت پر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ وہ اُڑ گیا۔ ہاتھی کہنے لگا:

’’جاؤ جاؤ، اُڑ جاؤ۔ تم نے دیکھا، میں کیا کر سکتا ہوں۔‘‘ پھر وہ روزانہ کی طرح دریا پر پانی پینے گیا۔ اس دریا کے کنارے پر ایک چیونٹی رہتی تھی۔ چیونٹی روزانہ اپنا کھانا اکٹھا کرتی اور روزانہ ہاتھی اسے پریشان کرتا۔ جب ہاتھی پانی پی رہا تھا، اس نے چیونٹی کو دیکھا اور اُسے دیکھ کر کہنے لگا:

’’تم کہاں جا رہی ہو؟‘‘ چیونٹی کہنے لگی:

’’مجھے اپنا کھانا اکٹھا کرنا ہے۔ ابھی بارش شروع ہو جائے گی۔ مجھے کھانا جمع کرنا ہے۔‘‘ ہاتھی نے کہا:

’’اچھا!‘‘ پھر ہاتھی نے اپنی بڑی سی سونڈ میں بہت سا پانی جمع کیا اور چیونٹی پر ڈال دیا۔ پانی نے اس کا کھانا برباد کر دیا۔

اب چیونٹی پوری طرح بھیگ چکی تھی۔ وہ اپنے بل میں آ کر اپنے آپ سے کہنے لگی:

’’مجھے اس ہاتھی کا کچھ کرنا ہوگا۔ یہ اس طرح سب کو پریشان کرتا رہتا ہے۔‘‘

اگلے دن چیونٹی کے دماغ میں ایک تجویز آئی۔ جب ہاتھی سو رہا تھا وہ اس کے قریب گئی اور اس کی سونڈ میں گھس گئی۔ ایک دفعہ اندر آ جانے پر وہ اسے کاٹنے لگی۔ جب وہ کاٹنے لگی تو ہاتھی جاگ گیا اور درد سے چلانے نہیں لگا۔ چیونٹی نے ہاتھی کا چلّانا سنا، مگر پھر بھی کاٹتی رہی۔ اب ہاتھی کو بہت درد ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہاتھی کی سونڈ سے نکل گئی۔ ہاتھی اسے دیکھ کر سکتے میں آ گیا۔

وہ اتنا خوف زدہ تھا کہ چیونٹی سے اپنے کیے کی معافی مانگنے لگا۔ چیونٹی نے ہاتھی کو اس شرط پر کہ وہ آئندہ کسی کو تنگ نہیں کرے گا، معاف کر دیا۔ اس کے بعد ہاتھی نے کسی کو تنگ نہیں کیا۔

علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ

ماہ نامہ ذوق و شوق کراچی

الحمدللہ! اب تک ماہ نامہ ”ذوق و شوق“ کے مطالعے سے لگ بھگ پچاس ہزار لوگ کتاب دوست بن چکے ہیں۔

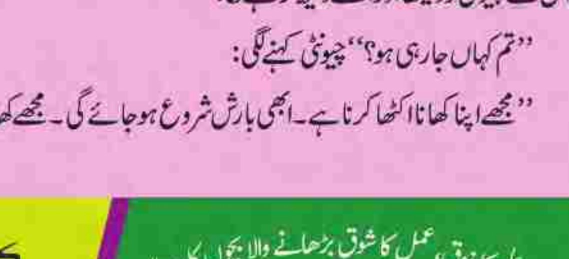

کتاب دوست بنیے اور بنائیے

اپنے عزیز و اقارب اور رشتے داروں کے بچوں کو کتاب دوست بنانے اور صدقہ جاریہ میں حصہ لینے کے لیے ماہ نامہ ”ذوق و شوق“ کے سالانہ خریدار خود بھی بنیے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیجیے۔

سالانہ خریداری کے 1000 روپے آپ درج ذیل اکاؤنٹ نمبر میں جمع کرواسکتے ہیں۔ اپنا نام، رابطہ نمبر اور جس ماہ سے جاری کروانا ہے ہمیں واٹس اپ کیجیے اور ہر ماہ گھر بیٹھے ماہ نامہ ”ذوق و شوق“ کا مطالعہ کیجیے۔

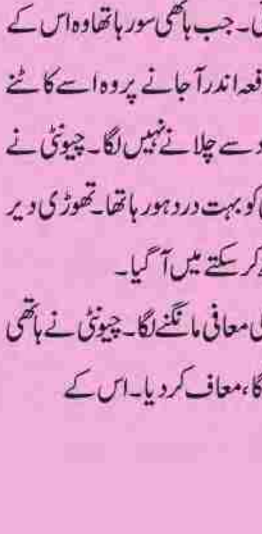

خط و کتابت کا پتا

ماہ نامہ ذوق و شوق، پی۔ او۔ بکس: 17984، گلشن اقبال، کراچی۔ پوسٹ کوڈ: 75300

رابطہ نمبر: 021-34990760 ای میل: zouqshouq@hotmail.com

zouq o shouq 0324-2028753

اکاؤنٹ نمبر

Bank: Meezan Bank Title: Bait ul ilm trust zouq o shouq
Account Number: 0179-0103431456
Address: Soldier bazar branch, Karachi.

۲۔ اسود عنسی

حافظ محمد دانش عارفین حیرت۔ لاہور

یمن فتح کرنے کے بعد اسود عنسی پُرسکون ہوگیا۔ اب وہ کسی بھی ملک سے جنگ نہیں کر رہا تھا۔ اس نے یمن کے شہر صنعاء کو اپنا دارالحکومت بنایا اور شاہی محل کو اپنے رہنے کے لیے منتخب کیا۔

جس وقت اسود عنسی یمن پر جنگ کے ذریعے قبضے پہ قبضہ کر رہا تھا اس وقت بہت سے مسلمان ایمان سے پھر گئے تھے۔ کچھ تو اُسود عنسی کی طاقت سے مرعوب ہوگئے تھے، جب کہ کچھ لوگ ایسے تھے جنھیں اپنے اہل و اعیال اور اپنی جان و مال کا خطرہ تھا۔

عمرو بن حزم اور خالد بن سعید رضی اللہ عنہم نجران میں حکومت کے معاون تھے۔ انھوں نے جب یمن میں کچھ امن دیکھا تو یمن کے حالات مدینہ منورہ تک پہنچانے کا فیصلہ کیا۔ حالات کی نزاکت سمجھانے کے لیے ان دونوں حضرات نے خود جانے کا فیصلہ کیا، تاکہ مدینہ منورہ سے کوئی ٹھوس قدم اٹھایا جائے۔

عمرو بن معدی کرب ایک شخص تھا۔ یہ شخص خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ کا ممبر تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ عمر بن حزم اور خالد بن سعید رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ جا رہے ہیں اور اُسود عنسی کی طاقت بھی دن بدن بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے تو اُس نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا سوچا۔ عمر بن حزم اور خالد بن سعید رضی اللہ عنہم کے مدینہ منورہ روانہ ہونے کے بعد عمرو بن معدی کرب نے اپنے ایک بااعتماد ساتھی کے ذریعے اسود عنسی کو پیغام بھیجا کہ "تم (اسود عنسی) اگر مجھے (عمر بن معدی کرب کو) اُپنا نائب بنالو تو میں تم پر ایمان لے آؤں گا۔"

اسود عنسی کو اس پیغام سے بھلا کیوں انکار ہوتا۔ وہ تو چاہتا ہی یہی تھا کہ اس کے فریب کے دامن میں کوئی معروف صحابی پھنس کر ایمان سے ہاتھ دھوئے اور اُس کی جھوٹی نبوت کو مضبوط کرے۔ اس نے فوراً عمرو بن معدی کرب کو اپنا نائب مقرر کر دیا۔

......☆......

اسود عنسی جھوٹی نبوت کے دعوے سے پہلے بہت ہی نرم مزاج شخص تھا۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتا تھا، لیکن یمن پر قابض ہونے کے بعد اُس کے رویے میں تبدیلی آگئی۔ وہ انتہائی متکبر اور سخت مزاج شخص ہوگیا۔ وہ صنعاء میں اپنے محل کے اندر رہتا۔ لوگوں سے میل جول بالکل بھی نہ رکھتا۔ اس کے محل میں کسی کو بھی آنے جانے کی اجازت نہیں تھی۔

اسود نے اپنے محل میں شہر بن باذان کی بیوی کو بھی قید کر رکھا تھا۔ شہر بن باذان کی بیوی کا نام آزاد تھا۔ محل میں آزاد سے ملنے کے لیے صرف اس کے دو بھائی آسکتے تھے۔ ایک کا نام فیروز اور دوسرے کا نام حشنس تھا۔ آزاد کو اپنے ان دونوں بھائیوں سے بہت محبت تھی۔ اس وجہ سے اسود عنسی نے ان دونوں کو محل میں آنے اور آزاد سے ملنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

یہ دونوں بھائی اپنی بہن کو اُسود عنسی کے چنگل سے چھڑوانا چاہتے تھے، اس لیے یہ دونوں صحیح وقت کا انتظار کر رہے تھے۔ کچھ عرصے بعد ان دونوں بھائیوں کو اُسود عنسی سے مقابلہ کر کے اپنی بہن کو آزاد کروانے کا موقع مل گیا۔

ہوا یوں کہ اسود عنسی حاکم بننے کے بعد کسی سے بھی صحیح طریقے سے ملاقات نہیں کرتا تھا۔ اس نے اپنے سپہ سالار قیس مرادی سے بھی میل جول ختم کر دیا تھا۔ ایک ایسا شخص جس نے پورے یمن میں اسود عنسی کی حکومت قائم کی، وہ شخص اسود عنسی سے ملاقات کے لیے اس کے محل کے دروازے پر

گھنٹوں کھڑا رہتا۔ جب اسود عنسی سے ملنے کے لیے قیس مرادی محل کے باہر بیٹھا ہوتا تو وہاں سے گزرتے ہوئے لوگ اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتے۔ قیس مرادی کو اُن کی نظریں بہت چبھتی ہوئی محسوس ہوتیں۔ آہستہ آہستہ اسے اسود عنسی سے نفرت سی ہونے لگی۔

ایک روز ایسا ہوا کہ قیس مرادی محل کے باہر کھڑا اسود عنسی سے ملنے کا انتظار کر رہا تھا کہ فیروز اس کے قریب جا کر بڑی اپنائیت سے بولا: ''حضور! کیسے مزاج ہیں۔ لگتا ہے آج بھی آپ کی اسود عنسی سے ملاقات نہیں ہوئی؟''

قیس مرادی اس کا سوال سن کر شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ اس سے ندامت کے بارے گفتگو بھی نہیں کی جا رہی تھی۔ اس نے خاموش رہنا چاہا، لیکن فیروز نے دوبارہ سوال کیا: ''آپ چپ چپ لگ رہے ہیں، کیا بات ہے؟''

فیروز کے دوبارہ سوال پر قیس مرادی خاموش نہ رہ سکا، وہ کہنے لگا: ''مجھے تو خود معلوم نہیں کہ میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ جیسے میری وقعت اور قدر و منزلت ہمارے نبی کے دل میں ختم ہو گئی ہے۔ مجھے تو اَب خود سے بھی گھن آنے لگی ہے۔''

فیروز اُس کا جواب سن کر بہت خوش ہوا لیکن اس نے اپنی خوشی ظاہر نہیں ہونے دی، بل کہ مصنوعی ہمدردی چہرے پر سجاتے ہوئے قیس سے بولا: ''بھائی! اب تو آپ کے نبی پورے یمن کے حاکم بن گئے ہیں، چوں کہ وہ اب ایک بڑی سلطنت کے مالک بن گئے ہیں، اس لیے اب ان کے پاس اپنے ادنیٰ ملازمین کے لیے وقت کہاں سے آئے گا۔''

''ادنیٰ ملازمین!؟'' قیس نے فیروز کے الفاظ دہرائے، پھر غمگین الفاظ میں بولا: ''ہاں، تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ میں تو واقعی ایک ادنیٰ ملازم بن گیا ہوں۔ میں، میں، میں یعنی قیس مرادی۔ وہ قیس مرادی جس نے اپنے نبی کو اس قدر وسیع سلطنت کا مالک بنانے میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا، آج وہی قیس اپنے نبی سے ملنے کے لیے بے بسی اور بے چارگی کی زندہ تصویر ہے۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے نبی مجھ سے اب چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ شاید اَب میں ان کے کسی کام کا نہیں رہا۔''

قیس نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ فیروز کا بھائی حشنس بھی ان دونوں کے پاس پہنچ گیا۔ اسے دیکھ کر قیس خاموش ہو گیا۔

''کوئی خاص بات ہو رہی تھی جو مجھے دیکھ کر خاموش ہو گئے ہو؟'' قیس کو خاموش ہوتے دیکھ کر حشنس نے پوچھا۔

''نہیں حشنس! ایسی کوئی بات نہیں۔'' فیروز اپنے لہجے میں افسردگی لاتے ہوئے بولا۔ ''تم دیکھ رہے ہو اس عظیم شخص کو، یہ قیس مرادی ہے۔ ایک بہادر جاں باز، جس سے پورا یمن تھر تھر کانپتا ہے۔ جس کی تلوار سے اسود عنسی پورے یمن کا حکمران بنا ہے۔ آج یہی شخص اسود عنسی کے دربار میں جانے کے لیے اجازت کا منتظر ہے۔ کیا عظیم لوگوں کو اُن کی خدمات کا صلہ ایسا ہی ملا کرتا ہے؟ کیا تمھیں اب ایک عام سپاہی اور سپہ سالار میں کوئی فرق دکھائی دیتا ہے۔ کم از کم مجھے تو کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا!''

فیروز کی اپنائیت بھری باتیں سن کر قیس کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ وہ انتہائی گلوگیر آواز میں بولا: ''ہاں، تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ میں کل کا عظیم شخص، آج ایک معمولی شخص کی طرح انتظار کر رہا ہوں۔ کل کا منکسر المزاج نبی، آج ایک بادشاہ بن چکا ہے۔''

''جی ہاں، کل کے عظیم سپہ سالار! یہی تو مطلب پرستوں کی خاص نشانی ہوا کرتی ہے کہ جب مطلب پورا ہو جائے تو پھر پہچانتے ہی نہیں ہیں۔'' فیروز نے قیس سے ہمدردی جتاتے ہوئے کہا۔

فیروز کے خاموش ہوتے ہی حشنس کہنے لگا:

''عظیم سپہ سالار! آپ کیا بات کرتے ہیں! ہم سے پوچھیں، ہمارے شب و روز کس طرح گزر رہے ہیں۔ آپ اگر بُرا نہ منائیں تو ایک بات عرض کروں۔ مجھے یہ بات آپ سے کرنا مناسب نہیں لگتا، کیوں کہ آپ اس کے عظیم سپہ سالار ہیں، مگر میں اپنے دل اور دِین کی وجہ سے مجبور ہوں کہ یہ بات آپ جیسے دلیر شخص سے ضرور کروں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اسود عنسی نے ہماری بہن کو محل میں قید کر رکھا ہے؟''

حشنس یہ کہہ کر رونے لگا۔ اسے روتا دیکھ کر قیس نے مارے حیرت کے ان سے پوچھا: ''کیا واقعی میرے نبی نے ایسا کیا ہے؟''

حشنس کے جواب دینے سے پہلے ہی فیروز بول اٹھا: ''ہاں، ایسا ہی ہے۔''

ان دونوں بھائیوں کی باتیں سن کر قیس سمجھ گیا کہ یہ دونوں بھائی اسود عنسی سے حد درجے تنگ ہیں۔ اس نے سوچا کہ ان دونوں بھائیوں سے دوستی کرنی چاہیے، کیوں کہ یہ دونوں بھائی اس کے کام آ سکتے ہیں۔ اسے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی تھی کہ یہ دونوں بھائی اسود عنسی کے شدید مخالف ہیں۔

اسی وقت قیس نے دیکھا کہ محل کے دربان ان تینوں کو مشکوک نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس نے ان دونوں بھائیوں سے کہا:

''یہاں تو آزادی اور سکون سے بات چیت نہیں کی جا سکتی۔ کیا یہ ممکن

ہے کہ ہم لوگ کسی ایسی جگہ پر ملیں جہاں سکون سے بات چیت کر سکیں؟''

یہی بات وہ دونوں بھائی قیس کے منہ سے سننا چاہتے تھے، لہٰذا فیروز نے اس سے رازداری سے کہا: ''اچھی بات ہے، لیکن یاد رکھیے گا کہ ہم ابھی تک الحمدللہ! مسلمان ہیں اور اِن شاء اللہ! مسلمان ہی رہیں گے اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ ہم ایک معقول وجہ سے اسود عنسی کے خلاف ہیں۔ آپ ہم سے اپنے دل کی بات کر سکتے ہیں، لیکن کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ آپ ہم سے ملاقات کی رُوداد اپنے نبی تک پہنچا دیں گے۔''

قیس ایک عملی شخص تھا۔ اسے فیروز کا محتاط رویہ بہت اچھا لگا۔ اس نے ان دونوں بھائیوں کو اعتماد میں لیتے ہوئے کہا:

''کیسی بات کر رہے ہو بھائی! میں کوئی بھی بات بھلا اسود عنسی تک کیوں پہنچاؤں گا۔ اس بارے میں آپ مجھ پر مکمل اعتماد کر سکتے ہیں کہ میں آپ سے کی گئی کوئی بھی بات اپنے نبی تک نہیں پہنچاؤں گا، بل کہ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے آپ کے اور میرے دکھ ایک جیسے ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔ بہت شکریہ۔ اب ہم چلتے ہیں۔'' قیس کا جواب سن کر دونوں بھائیوں نے اس سے اجازت لی اور وہاں سے چلے گئے۔

......☆......

دونوں بھائیوں کے وہاں سے جانے کے بعد قیس وہیں بیٹھا رہا۔ کچھ دیر بعد ایک دربان اس کے پاس آیا اور بولا: ''آپ کو حضرت نے اندر بلایا ہے۔''

''اچھی بات ہے۔'' قیس اس کی بات سن کر کھڑا ہو گیا اور دربار میں جانے کے لیے خود کو تیار کر لیا۔

اندر جا کر قیس نے دیکھا کہ اسود عنسی ایک خوب صورت قالین پر عمدہ گاؤ تکیے پر ٹیک لگائے بیٹھا ہے۔ اس نے جا کر اُسے تعظیمی سلام کیا اور کہنے لگا: ''حضور والا! مجھ سے کیا کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے جس کی بدولت آپ نے مجھے دیر سے اپنی بارگاہ میں حاضری کی اجازت دی؟''

اسود عنسی اس دوران میں قیس کو بہت ہی غور سے دیکھتا رہا تھا۔ اس کے خاموش ہوتے ہی گرج دار آواز میں گویا ہوا: ''تم نے اپنے نبی کو سمجھ کیا رکھا ہے۔ میں یہاں فارغ تو نہیں بیٹھا رہتا۔ کبھی میرے پاس دور دراز سے بڑے بڑے لوگ آ کر بیٹھتے ہیں تو کبھی فرشتے بیٹھے ہوتے ہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ میں تمھیں جواب دہ ہوں؟''

قیس کا سوال سن کر اَسود عنسی کو غصہ آ گیا تھا اور چوں کہ وہ اپنی نرمی کو بادشاہ بننے کے بعد سے بالکل بھول گیا تھا اس لیے قیس کے ایسے سوال پر غصہ آنا تو فطری سی بات تھی۔ اس کے علاوہ اس نے فرشتے کا ذکر تو قیس کو مرعوب کرنے کے لیے کیا تھا، ورنہ اسود عنسی کے پاس شیطانوں اور ناپاک جنوں کے علاوہ کوئی نہیں آتا تھا۔ شیطان اور جن بھی اس کے پاس اسی لیے آتے تھے کہ وہ شیطانی علوم کے ذریعے انھیں قابو میں کر چکا تھا۔

''نہیں حضور والا! آپ مجھے جواب دہ تو بالکل بھی نہیں ہیں۔'' قیس نے اسود عنسی کی خفگی کو کم کرنے کے لیے چاپلوسی اور معصومیت کے انداز میں کہا۔ ''لیکن چوں کہ ابھی آپ کے پاس سے کوئی شخص واپس نہیں پلٹا تو یقیناً آپ کے پاس فرشتے موجود رہے ہوں گے، جن سے ملاقات کے باعث آپ نے مجھے دیر سے یاد کیا۔''

''ہاں بالکل! میرے پاس ابھی فرشتہ ہی بیٹھا ہوا تھا۔'' اسود عنسی نے قیس کو گھورتے ہوئے کہا۔ ''اس فرشتے نے مجھے بتایا ہے کہ تم میرے دشمنوں کے ساتھ مل کر میرے خلاف باتیں کر رہے ہو، اس لیے فرشتہ مجھے مشورہ دے کر گیا ہے کہ تمھیں آزاد نہیں چھوڑا جائے، بل کہ فی الفور قید خانے میں ڈال دیا جائے۔''

قیس یہ سن کر تھوڑی سی ناراضی سے بولا: ''حضور والا! یہ کیسا فرشتہ ہے جس نے آپ کو اُلٹے سیدھے مشورے اور غلط اطلاع دی ہے۔ میں بھلا کیوں آپ کے خلاف باتیں کروں گا۔ میں تو آپ کا سچا جاں نثار ہوں۔ کیا میں نے آپ کے لیے اپنی جان کئی بار خطرے میں نہیں ڈالی؟''

''تمھاری جرأت کیسے ہوئی میرے فرشتے کے متعلق ایسی بات کرنے کی؟ کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو کہ تم میرے پاس آنے سے پہلے فیروز اور جشنس سے راز کی باتیں کر رہے تھے؟ تم کیا سمجھتے ہو، تم جو مرضی کرتے رہو، مجھے کچھ معلوم نہیں ہوگا؟'' اسود عنسی نے غصے میں قیس کو جھاڑ پلاتے ہوئے پوچھا۔

اسود کی بات سن کر قیس حیران رہ گیا، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اسے ان دونوں بھائیوں سے بات کرتے ہوئے محل کے دربانوں کے علاوہ کسی نے نہیں دیکھا اور اُن میں سے کوئی بھی اسود کے پاس یہ اطلاع لے کر نہیں آیا تھا، اس لیے اس کا حیران ہونا بجا تھا۔ بہرحال وہ مضبوط اعصاب کا مالک تھا، اس لیے اس نے اپنی حیرت کو ظاہر نہیں ہونے دیا اور بات کو سنبھالتے ہوئے فوراً بولا: ''حضور والا! آپ مجھے بولنے کا موقع کب دے رہے ہیں۔ میں نے تو خود آپ کو بتلانا چاہتا تھا کہ یہاں آنے سے قبل میں ان دونوں بھائیوں کے ساتھ بیٹھا تھا، مگر میں تو اُن دونوں بھائیوں کے نام تک نہیں جانتا اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ یہاں محل میں ان کی کیا حیثیت ہے۔ میں نے تو بس انھیں محل میں اکثر

بقیہ صفحہ نمبر 47 پر

دال کا حلوا

ڈاکٹر صفیہ سلطانہ صدیقی۔ کراچی

صفّی طاہر بھائی بہن تھے   دونوں ہی کے تیز ذہن تھے
چالاکی میں بھائی تھا ماہر   بہن تھی چھوٹی موٹی شاعر
اک دن بھائی بولا: آؤ   مل کر کوئی حلوا پکاؤ
بعد ظہر ہے، سوگئے ہیں سب   نیند میں بالکل کھوگئے ہیں سب
دونوں گئے باورچی خانے   چپکے چپکے حلوا پکانے
صفّی بولی: یہ رکھی ہے   دال چنے کی جو کچی ہے
آؤ بنائیں دال کا حلوا   مل کر کھائیں دال کا حلوا
جھٹ پٹ مل کر دال نکالی   تیز کی آنچ اور دال ابالی
گھی بھی ڈالا، چینی ڈالی   کچی گھوٹی خوب ہلالی
اس اثنا میں کوئی جاگا   طاہر چھت پہ سرپٹ بھاگا
صفّی لے کے دیگچی بھاگی   پل بھر میں وہ اوپر پہنچی
چپکے سے کونے میں رکھی   گھبرائی تو الٹی کردی
گر گیا کچا پکّا حلوا   کیڑوں نے پھر کھایا حلوا

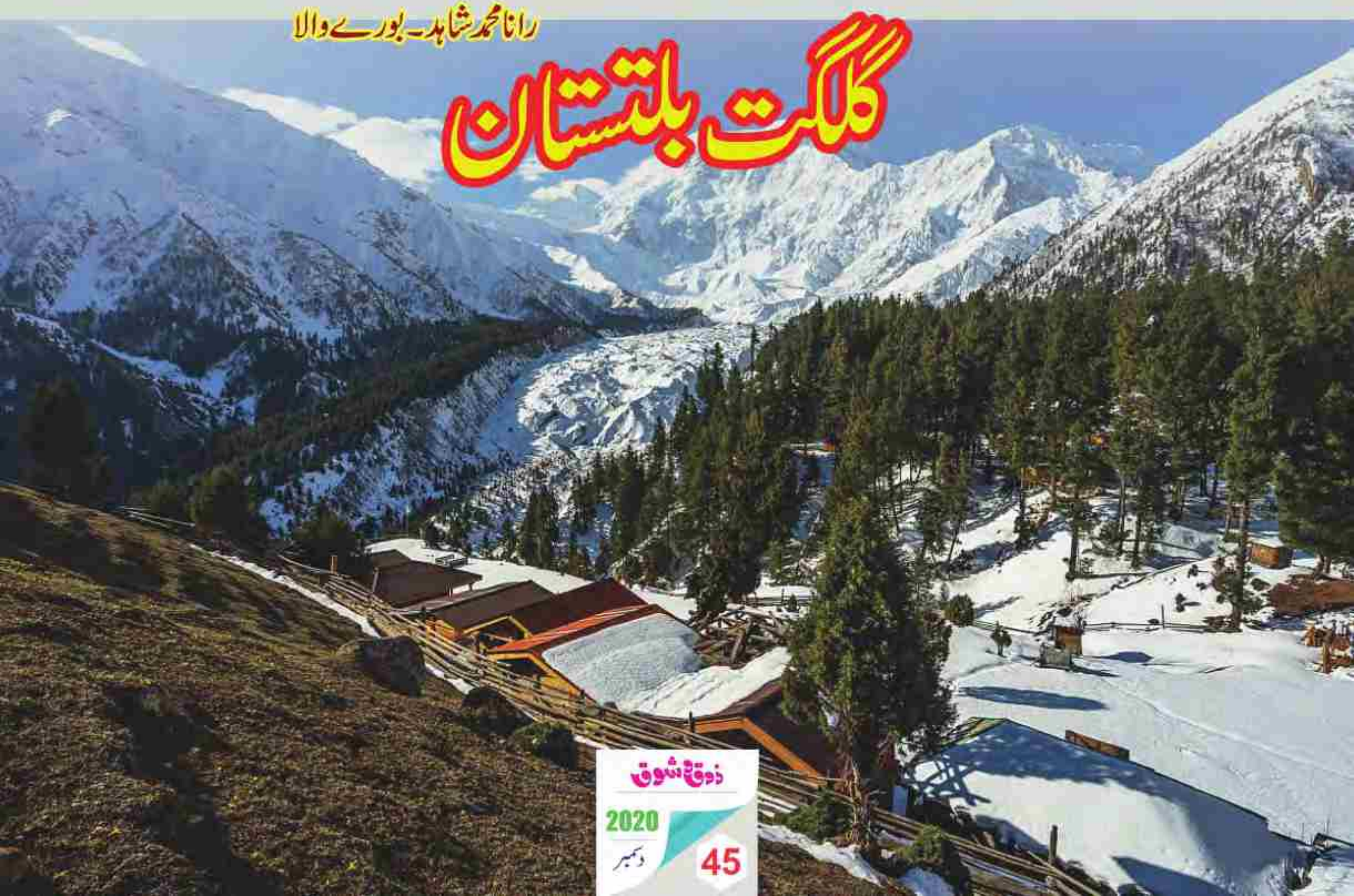

گلگت بلتستان

رانا محمد شاہد۔ بورے والا

تعارف:

گلگت بلتستان کا کُل رقبہ 1,19,985 مربع کلومیٹر ہے۔ اس کی آبادی ۱۶ لاکھ سے زائد ہے۔ یہ دو ڈویژنوں، گلگت اور بلتستان، پر مشتمل ہے، جب کہ مرکزی مقام گلگت ہی ہے۔ ان ڈویژنوں کو اِسکردو، گانچھے، گلگت، غذر، دیامیر، استور اور ہنزہ نگر میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہاں بہت سی زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔ مخصوص جغرافیائی حیثیت ہونے کی وجہ سے یہ خطہ دنیا بھر کی توجہ کا مرکز ہے۔ ہمارے دوست ملک چین کے علاوہ روس، افغانستان اور وسط ایشیا کی کئی ریاستوں کی سرحدیں گلگت بلتستان کی سرحدوں سے ملتی ہیں۔

پاک چین اکنامک کوریڈور کی وجہ سے گلگت بلتستان کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ خوب صورتی اور بلند و بالا پہاڑوں کی وجہ سے دنیا بھر سے سیاح اور کوہ پیما یہاں آتے ہیں، یوں سیاحت کے شعبے میں پاکستان کو کافی آمدن ہوتی ہے۔

تاریخی پس منظر:

قدرت نے پاکستان کو جن خوب صورت اور حیرت انگیز علاقوں سے نوازا ہے انھی میں سے ایک گلگت بلتستان بھی ہے۔ جنت نظیر وادیوں پر مشتمل یہ خوب صورت سرزمین اپنی خوب صورتی کی وجہ سے دنیا بھر میں شہرت رکھتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ صدیوں پہلے ایک چینی سیاح فاہیانگ جب اس علاقے میں آیا تو یہاں پلولا نامی ریاست قائم تھی۔ یہ ریاست پورے گلگت بلتستان پر پھیلی ہوئی تھی اور اس کا صدر مقام موجودہ خپلو کا علاقہ تھا۔

ساتویں صدی عیسوی میں اس کے کچھ حصے تبت کی شاہی حکومت کے پاس چلے گئے۔ نویں صدی عیسوی میں یہ مقامی ریاستوں میں تقسیم ہوگئی۔ ان میں اسکردو کے مقپون اور ہنزہ کے ترکھان خاندان زیادہ مشہور ہیں۔ مقپون خاندان کے راجاؤں نے بلتستان، لداخ، چترال اور گلگت پر حکومت کی۔ اس خاندان کا آخری راجا محمد شاہ مقپون تھا، جسے ڈوگرہ فوج نے ۱۸۴۰ء میں ایک ناکام بغاوت کے نتیجے میں ہلاک کر ڈالا۔

تحریکِ پاکستان میں حصہ:

ڈوگرہ فوج نے طاقت کے بل بوتے پر اس علاقے پر قبضہ کرلیا، چناں چہ دوسرے علاقوں کی طرح یہاں بھی حصولِ آزادی کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔ یہاں کی عوام نے آزادی کے لیے ہتھیار اُٹھائے۔ کرنل مرزا حسن خان نے اپنے ساتھیوں کے ہم راہ جنگ لڑی۔

آزادی سے پہلے گلگت کا بیرونی دنیا سے رابطہ استور سے سری نگر اور بلتستان

سے کارگل کے ذریعے ہوتا تھا۔ لوگ محنت مزدوری، تعلیم اور کاروبار کے لیے ریاست جموں کشمیر اور متحدہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں جاتے تھے۔

گلگت بلتستان کے ہزاروں لوگوں نے قائداعظم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تحریکِ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان میں اکثریت طلبہ کی تھی۔ ۲۳، مارچ ۱۹۴۰ء کے تاریخی جلسے کے لیے جب قائداعظم دہلی سے لاہور جارہے تھے تو اُن کے حفاظتی دستے کے سربراہ سلطان مہدی اور اہلکاروں کی اکثریت کا تعلق گلگت بلتستان سے تھا۔ ۱۹۴۲ء میں قائم ہونے والی کشمیر مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن میں بھی گلگت بلتستان کے بہت سے لوگ شامل تھے۔ ۱۹۴۵ء میں مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے تاریخی جلسے میں قائداعظم محمد علی جناح، لیاقت علی خان اور آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی قائدین بھی تھے۔ اس جلسے کے انتظامات میں گلگت بلتستان کے طلبہ پیش پیش تھے۔ شملہ میں مقیم بلتستان کی ممتاز کاروباری شخصیت شکور علی نے آل انڈیا مسلم لیگ کے لیے بھرپور مالی معاونت بھی کی۔

والیانِ گلگت کی پاکستان سے محبت:

گلگت بلتستان کے غیور عوام نے ڈوگرہ اور بھارتی افواج کے تسلط سے یہ علاقہ آزاد کروا کر پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کیا۔ مؤرخین کے مطابق قیامِ پاکستان سے پہلے ۲۶، اکتوبر ۱۹۴۶ء کو گلگت بلتستان کے والیانِ ریاست، میر آف ہنزہ میر جمال خان، میر آف نگر میر شوکت علی خان سمیت دیگر کئی راجاؤں کو مہاراجا کشمیر نے سری نگر طلب کیا اور بھارت کے ساتھ الحاق کے لیے دباؤ ڈالا۔ گلگت بلتستان کے تمام راجاؤں نے بھارت کے ساتھ الحاق سے انکار کر دیا تھا۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر ایسا ہو جاتا، یعنی گلگت بلتستان کے میر اُس وقت مہاراجا کشمیر کے کہنے پر بھارت سے الحاق کا معاہدہ کر لیتے تو آج کشمیر اور گلگت بلتستان پر پاکستان کے مقدمے کی قانونی حیثیت بھی ختم ہو جاتی۔

علمائے کرام کا کردار:

اس خطے کے علمائے کرام نے بھی تحریکِ آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ ان میں گلگت کے مولانا عبدالرزاق، مولانا ابوالفراح و دیگر اور بلتستان کے علامہ شیخ غلام محمد، آغا ہادی اور مولانا کشیر جیسے نام ور علما شامل ہیں۔ ان حضرات نے اپنے خطبات اور تقریروں کے ذریعے عوام میں شعورِ آزادی بیدار کیا اور خود کو بھی تاریخ میں امر کر لیا۔ گلگت کے غلام محمد غون، جوہر علی خان اور راجی الرحمت کا نام بھی سرگرم کارکنوں میں لیا جاتا ہے۔ گلگت میں آزادی کی تحریک میں انجمن سرفروشانِ گلگت نامی تنظیم نے محمد علی چنگیزی کی قیادت میں بہت زیادہ کام کیا۔ اسی طرح گلگت کے راجا شاہ رئیس خان کو آزاد گلگت بلتستان کا پہلا صدر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

اسکاؤٹس اور سول مجاہدین کا کردار:

گلگت بلتستان کے غیور عوام نے اپنی مدد آپ کے تحت مقامی گلگت اسکاؤٹس کی مدد سے گلگت بلتستان کا دشوار ترین پہاڑی علاقہ، ڈوگرہ اور بھارتی افواج سے آزاد کروایا تھا۔ گلگت بلتستان قیامِ پاکستان کے ڈھائی ماہ بعد یکم، نومبر ۱۹۴۷ء کو آزادی سے ہم کنار ہوا۔ گلگت بلتستان اسکاؤٹس کے بہادر جوانوں نے اپنے افسران راجا بابر خان، کیپٹن مرزا حسن خان و دیگر کی قیادت میں دنیا کا یہ دشوار ترین پہاڑی علاقہ اسکاؤٹس اور سول مجاہدین کی مدد سے آزاد کروا کر ایک نئی عسکری تاریخ رقم کی۔

سیاچن گلیشیر:

دنیا کے بلند ترین پہاڑی سلسلے کوہِ قراقرم، کوہِ ہمالیہ اور کوہ ہندوکش یہاں آکر ملتے ہیں۔ یہاں سات ہزار میٹر سے بلند تقریباً ۵۰ چوٹیاں ہیں۔ اسی طرح تین بڑے گلیشیر بیافو، بلتورہ اور بتورا بھی یہیں واقع ہیں۔ دنیا کا بلند ترین محاذِ جنگ سیاچن گلیشیر بھی یہیں واقع ہے۔ یہ ضلع گانچھے کے پہاڑی سلسلے قراقرم میں واقع ہے، تاہم سیاچن گلیشیر کو متنازع ہونے کی وجہ سے کبھی بلتستان کا حصہ شمار کیا جاتا ہے اور کبھی نہیں۔

۱۹۸۴ء میں بھارت نے مخصوص جنگی عزائم کے لیے اس علاقے پر قبضہ کیا تو پاکستان کو بھی اس کے ردِعمل میں میدانِ جنگ میں کودنا پڑا۔ مشکل ترین محاذِ جنگ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کا درجہ حرارت گرمیوں میں منفی ۱۰، جب کہ سردیوں میں منفی ۵۰ تک چلا جاتا ہے۔

پانچ بلند ترین پہاڑ:

گلگت بلتستان کے طول و عرض میں پھیلے پہاڑ نہ صرف خوب صورتی میں اپنی مثال آپ ہیں، بل کہ ان پہاڑوں سے انتہائی نایاب اور قیمتی معدنیات کے ذخائر بھی ملک کی قسمت بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ پوری دنیا میں آٹھ ہزار میٹر بلند پہاڑ صرف چودہ ہیں۔ ان میں سے پانچ (کے۔ٹو، نانگا پربت، گاشر برم وَن، براڈ پیک اور گاشر برم ٹو) گلگت بلتستان میں واقع ہیں۔

مشہور جھیلیں:

گلگت بلتستان میں کئی مشہور جھیلیں ہیں۔ جن میں سے چند مشہور جھیلیں

یہ ہیں:

۱۔شاؤسر جھیل:

یہ جھیل سطح سمندر سے ۴۱۴۲ میٹر بلند ہے۔اس کی لمبائی ۳ء۲ کلومیٹر، جب کہ چوڑائی ۸ء۱ کلومیٹر ہے۔ یہ جھیل اسکردو کے دیوسائی پارک میں واقع ہے۔

۲۔سدپارہ جھیل:

یہ جھیل سطح سمندر سے ۲۶۳۶ کلومیٹر بلند ہے، جب کہ یہ ۵ء۲ کلومیٹر کے فاصلے پر محیط ہے۔ یہ بھی اسکردو کے قریب واقع ہے اور اِسکردو کو پانی فراہم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

۳۔کچورہ جھیل:

یہ سطح سمندر سے ۲۵۰۰ میٹر بلند ہے۔
کوہِ قراقرم میں واقع اس جھیل کے دو حصے اَپر کچورہ جھیل اور لوئر کچورہ جھیل ہیں۔

۴، ۵۔ضربہ تساؤ جھیل اور فروق تساؤ جھیل:

یہ دونوں جھیلیں بھی اسکردو میں واقع ہیں۔

۶۔خرفک جھیل:

مچھلیوں کی مختلف اقسام کی وجہ سے مشہور یہ جھیل بلتستان میں خرفک میں واقع ہے۔

۷۔بیارساتساؤ جھیل:

استور کے علاقے گلناری میں بیارساتساؤ جھیل واقع ہے۔

۸۔بورتھ جھیل:

یہ سطح سمندر سے ۲۶۰۰ میٹر بلندی پر واقع ہے۔ یہ ہنزہ کے علاقے گوجل میں واقع ہے۔

۹۔راما جھیل:

سطح سمندر سے ۳۳۰۰ میٹر بلند یہ جھیل بھی استور کے علاقے میں ہے۔

۱۰۔رش جھیل:

یہ سطح سمندر سے ۴۶۹۴ میٹر بلند ہے اور وادیٔ نگر میں رش پری پیک کے قریب واقع ہے۔

بقیہ: جھوٹوں کے جھوٹے

بلا اجازت آتے جاتے دیکھا ہے۔میرا تو خیال تھا کہ یہ لوگ آپ کے قریبی ہیں، اس لیے جب وہ دونوں میرے پاس آئے تو میں نے ان سے بات کی۔"

"اچھا تو پھر کیا بات چیت ہوئی تم لوگوں کے درمیان؟" قیس نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ جیسے اسے ان باتوں سے کوئی خاص دل چسپی نہ ہو۔

"حضور والا!" قیس نے اطمینان سے جواب دیا: "اگر میں آپ کو نہیں بھی بتاؤں گا تو پھر بھی آپ کو فرشتے تو بتا ہی دیں گے کہ ہمارے درمیان کیا بات ہوئی، مگر میں عرض کرتا ہوں کہ انھوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کے نبی کی مصروفیات میں بے پناہ اضافہ ہو چکا ہے۔سلطنت کے معاملات کے ساتھ ساتھ فرشتوں سے بھی ملاقاتیں ہوتی ہیں۔سو آپ کے نبی کو اپنے ادنیٰ ملازم سے ملنے کی فرصت کم ہی ملتی ہے۔"

قیس کا جواب ایسا تھا، جس میں کچھ حد تک سچائی موجود تھی۔اس کے علاوہ اس جواب سے اسود کا بھی اطمینان ہو جاتا۔

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ فرشتہ مجھ سے جھوٹ بول رہا تھا۔بھلا فرشتوں کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔اس نے تو مجھے مشورہ دیا کہ تمھیں بلا تاخیر قید میں ڈال دوں، کیوں کہ تم بہت خطرناک ہو گئے ہو۔" اسود نے اپنی بات مکمل کر کے قیس پر ایک بھرپور نظر ڈالی۔

قیس یہ بات سن کر سر تا پاؤں لرز گیا، کیوں کہ بات تو درست تھی، مگر وہ اقرار نہیں کر سکتا تھا۔اسے کسی بھی طرح اَسود کو مطمئن کرنا تھا، اس لیے اس نے فوراً اپنا سر اَسود کے قدموں میں رکھتے ہوئے کہا: "جنابِ عالی! اَب مجھے اپنی زندگی بالکل بے کار لگتی ہے، کیوں کہ آپ کو اب میرے، یعنی قیس مرادی جیسے جاں نثار کی وفا اور ایمان پر شک ہے۔آپ مجھے قید خانے میں ڈالنے کے بجائے قتل کروادیں۔ بھلا اب میری زندگی کا مقصد ہی کیا رہ گیا ہے۔ایسی زندگی سے تو موت اچھی ہے۔"

اسود اُس کی باتوں سے مطمئن ہو گیا۔اس نے خود اُٹھ کر قیس کو اُٹھایا۔قیس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔یہ دیکھ کر اَسود کے دل میں مزید نرمی آ گئی۔اس نے قیس سے کہا: "میں تمھارے بارے میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر رہا، تم گھر جاؤ۔ میں فرشتوں سے اس معاملے میں مزید اطلاعات لے کر ہی کوئی فیصلہ کروں گا۔"

یہ سن کر قیس کی جان میں جان آئی۔اس نے محل سے نکلنے میں بالکل بھی دیر نہیں کی، البتہ اس نے اپنی خوشی ظاہر نہیں ہونے دی تھی۔ وہاں سے نکلتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ اسود عنسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

......(جاری ہے)......

شگوفہ زار

قارئین

☆ایک آدمی کسی گاؤں میں آیا اور لوگوں سے کہا:
''کھانا لے آؤ، ورنہ وہی سلوک تمھارے ساتھ بھی کروں گا جو پہلے والے گاؤں کے لوگوں کے ساتھ کیا۔''
سب لوگ ڈر کے مارے کھانا لے آئے اور دل میں یہ خیال بھی آیا کہ اس آدمی نے اکیلے ہی پورے گاؤں کے ساتھ ایسا کیا سلوک کیا ہوگا!؟''
آخر ایک آدمی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا:
''جناب! آپ نے پہلے گاؤں والوں کے ساتھ کیا کیا!؟''
آدمی نے جواب دیا: ''وہ لوگ کھانا نہیں دے رہے تھے تو میں انھیں چھوڑ کر یہاں چلا آیا۔''

(حنا طلحہ۔کراچی)

☆ایک بار امریکا میں ہوائی جہاز موسم خراب ہونے کی وجہ سے غوطے کھانے لگا۔ جہاز کا پائلٹ پہاڑوں کے درمیان سے آڑھے ترچھے کٹ مار کر جہاز کو بچا کر ائیر پورٹ پر لے آیا۔ اسے انعام سے نوازا گیا اور پوچھا گیا:
''ایسی مہارت اور تجربہ کہاں سے حاصل کیا؟'' وہ نرمی سے بولا:
''میں پہلے لاہور کی سڑکوں پر رکشا چلاتا تھا۔''

(ایمن بنت محمد فیروز۔حیدرآباد)

☆ گاہک: ''تمھاری بیکری کی ڈبل روٹی بہت خراب ہوتی ہے۔''
بیکری والا (غصے سے): ''میں اس وقت سے ڈبل روٹی تیار کر رہا ہوں جب آپ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔''
گاہک: ''ٹھیک ہے بھلے آدمی! مگر اُس وقت کی ڈبل روٹی تم اس وقت کیوں بیچ رہے ہو؟''

(عبدالرافع بن محمد فرخ۔سکھر)

☆ایک کنجوس شخص کا بیٹا پہلی بار اپنے دوست کے ساتھ گھومنے گیا۔
واپس آیا تو والد نے پوچھا:
''بیٹا! کتنے پیسے خرچ کیے؟''
بیٹے نے جواب دیا: ''ابا جی! دو ہزار روپے۔''
کنجوس شخص پریشان ہو کر بولا:
''ارے! اتنے زیادہ پیسے خرچ کر دیے!''
بیٹا بولا: ''کیا کرتا ابا جی! دوست کے پاس تھے ہی اتنے!''

(رمیصاء بنت محمد شعیب۔رحیم یار خان)

☆ دو پاگل گاڑی میں کسی مضافاتی علاقے سے گزر رہے تھے۔ اردگرد گندم کے کھیت لہلہا رہے تھے۔ اچانک انھوں نے دیکھا کہ انھی کے پاگل خانے کا ایک اور پاگل گندم کے کھیت کے بیچوں بیچ ایک کشتی میں بیٹھا ہوا میں چپو چلا رہا تھا۔
گاڑی میں بیٹھے ایک پاگل نے دوسرے سے کہا:
''دیکھا، ہم ایسے پاگلوں کی وجہ سے دنیا میں پاگل مشہور ہوجاتے ہیں۔''
دوسرے پاگل نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا:
''اگر مجھے تیراکی آتی تو ابھی جا کر اس پاگل کو پانی میں ڈبو دیتا۔''
☆ایک شخص کو بادشاہ نے موت کی سزا دی۔
آخری خواہش پوچھی تو اُس نے کہا:
''میں آپ کے گھوڑے کو اُڑنا سکھا سکتا ہوں۔''
بادشاہ حیران ہوا، مگر دو سال کی زندگی اسے بخش دی۔
اس کے دوستوں نے پوچھا: ''یہ کیا احمقانہ شرط ہے؟''
اس نے جواب دیا: ''دیکھو، پہلی بات یہ کہ مجھے اب دو سال مل گئے ہیں۔ دو سال میں ہوسکتا ہے کہ میں طبعی موت مر جاؤں، ہوسکتا ہے کہ بادشاہ مر جائے، ہوسکتا ہے کہ گھوڑا مر جائے اور کیا پتا، دو سال میں گھوڑا اُڑنا ہی سیکھ جائے۔''
☆ کنجوس آدمی کا بیٹا (اپنے والد سے):
''ابو! تھوڑی دیر موبائل دیکھ لوں، پڑھ پڑھ کر تھک گیا ہوں۔''
کنجوس آدمی: ''ٹھیک ہے، دیکھ لو، مگر آن (ON) مت کرنا۔''

(بریرہ بنت محمد ذاکر۔ابوظہبی)

وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ (٥١) وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ (٥٢)

چال کا مقابلہ

روبینہ عبدالقدیر۔ کراچی

''بچاؤ بچاؤ، مجھے یہاں سے نکالو۔ امی جان! بھیا! ابو!''

جیسے ہی بجلی گئی اور اندھیرا ہوا، زید نے شور مچانا شروع کر دیا۔ باورچی خانے میں روٹی پکاتی امی، ہوم ورک لکھتی آپی اور لیپ ٹاپ پر کام کرتے بھیا کا سانس خشک ہوگیا اور سب دوڑتے قدموں کے ساتھ زید کے کمرے کی جانب بھاگے۔ اتنی دیر میں جنریٹر آن ہوگیا۔ بتی جلنے پر سب نے دیکھا، زید تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کے ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ امی جان نے تڑپ کر اُسے گلے سے لگا لیا۔ آپی نے جگ سے پانی نکالا اور زید کو پلانے لگیں۔

''کیا ہوا؟ کس چیز سے ڈر گئے ہو بیٹا! کیا نظر آیا ہے؟'' امی پریشانی سے اس سے پوچھ رہی تھیں۔ زید نے خالی خالی نظروں سے سب کو دیکھا اور بغیر کچھ کہے امی سے لپٹ کر رونے لگ گیا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر سب بہت پریشان ہوگئے۔

اس دن کے بعد سے زید نے اندھیرے میں رہنا چھوڑ دیا۔ وہ اکیلا رہنے سے بھی بہت ڈرتا۔ رات کے وقت بتی جلا کر سوتا اور اگر کبھی بجلی چلی جاتی اور ذرا سی دیر کے لیے بھی اندھیرا چھا جاتا تو اُس کی حالت بگڑ جاتی۔ کافی دفعہ امی کے پوچھنے پر بھی اُس نے بس اتنا بتایا کہ اندھیرے میں اسے سایہ نظر آتا ہے اور کسی کی دو آنکھیں بھی دکھائی دیتی ہیں اور اُس کی اتنی سی بات پر امی کو پکا شک ہوگیا کہ زید پر کسی دوسری مخلوق کا ''سایہ'' ہوگیا ہے۔

☆

''میں مدرسے نہیں جاؤں گا۔ مجھے مدرسے میں کچھ یاد نہیں ہوتا۔ میں اب کبھی نہیں جاؤں گا۔'' زید روتے ہوئے اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا۔

''لیکن بیٹا! آپ کے پندرہ پارے ہو چکے ہیں، اب بیچ میں قرآن پاک کیوں چھوڑ دو گے؟'' امی فکرمندی سے اسے مناتے ہوئے بولیں۔

''میں کچھ نہیں جانتا، مجھے مدرسے نہیں جانا۔ اب اگر آپ نے مجھے مدرسے بھیجا تو میں گھر سے بھاگ جاؤں گا۔'' زید دھمکی دیتے ہوئے بولا اور اُس کی یہ دھمکی سن کر امی ہکا بکا رہ گئیں۔

☆

فردوس صاحب ایک بہت بڑے کاروباری شخص تھے۔ دولت مند ہونے کے باوجود وہ دین کے بہت قریب تھے۔ انھوں نے اپنے سب بچوں کی بہت اچھی تربیت کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ زید بھی بہت اچھا اور سُلجھا ہوا بچہ تھا۔ وہ صبح اسکول جاتا اور شام کو حفظ کے لیے مدرسے جاتا۔ گھر میں دینی ماحول ہونے کی وجہ سے وہ نماز کا بھی پابند تھا، لیکن جب سے اس کے ساتھ وہ واقعہ پیش آیا تھا اس کا دل جیسے ہر چیز سے بے زار ہوگیا تھا۔ وہ اسکول تو زبردستی چلا جاتا، لیکن مدرسے جاتے ہوئے امی کو بہت تنگ کرتا اور نماز تو اُس نے گویا چھوڑ ہی دی تھی۔ فردوس صاحب سائے اور آسیب وغیرہ پر یقین تو نہیں کرتے تھے، لیکن زید کی یہ حالت دیکھ کر وہ زید کی امی سے کچھ کچھ متفق ہوگئے تھے۔

''میں سوچ رہی تھی کہ ہم زید کو کسی بزرگ کے پاس لے جاتے ہیں۔ جادو تو برحق ہے نا! اور زید اتنی کم عمری میں اسکول کے ساتھ حفظ بھی کر رہا ہے، تو کیا پتا کسی حاسد نے میرے بچے پر کچھ کروا نہ دیا ہو۔'' زید کی امی نے پریشانی سے فردوس صاحب کو راضی کرنے کی کوشش کی۔

''وہ بات تو ٹھیک ہے بیگم! لیکن آپ جانتی ہیں کہ میں ان باتوں کے سخت خلاف ہوں۔ اور یہ سب پیر اور عامل وغیرہ تو عموماً پیسے بٹورنے کے چکر ہیں۔ یہ نہ ہو کہ ہم زید کو لے کر جائیں تو مسئلہ اور بگڑ جائے۔'' وہ تفکر سے بولے۔ الجھن اور فکر اُن کے چہرے سے عیاں تھی۔

☆

آج بہت دن بعد فردوس صاحب خوش تھے۔ ان کے پاس ایک کتاب

رکھی ہوئی تھی اور اُن کے چہرے کو دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی خزانے کو حاصل کرنے میں کام یاب ہو گئے ہوں۔ انھوں نے پُرسکون ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ دل ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔

تین دن بعد زید کی شرارتیں اور باتیں لوٹ آئی تھیں۔ وہ بالکل پہلے جیسا ہو گیا تھا۔ الارم کی آواز پر وہ خود اُٹھا، فجر کی نماز پڑھنے مسجد گیا اور پھر ناشتا کر کے خوشی خوشی اسکول بھی گیا۔ امی سمیت سب گھر والے اس کی اس کایا پلٹ پر خوش ہونے کے ساتھ ساتھ حیران بھی ہوئے۔ جب زید خوشی خوشی مدرسے گیا تو سب نے شکرانے کے نفل ادا کیے، لیکن زید ٹھیک ہوا کیسے؟ یہ ابھی تک معما تھا۔

''میں نے زید کے لیے بہت سے عاملوں سے رابطہ کیا تھا۔ سب نے کہا: 'آپ کے بیٹے پر جادو ہو گیا ہے، بندش ہے۔ اس پر آسیب ہے، جنات قابض ہو گئے ہیں'۔ فردوس صاحب رات کے کھانے کے بعد زید کو پاس بٹھا کر سب کے سوالوں کے جواب مسکرا کر دے رہے تھے۔

''مجھے سب نے مشورہ دیا کہ میں پیروں یا عاملوں سے رجوع کروں، اس بیماری کا کوئی اور حل نہیں، لیکن میرا دل نہیں مانتا تھا۔ میں جانتا تھا، میرے بیٹے پر کسی انسان نے نہیں، شیطان نے حملہ کیا ہے۔ جب کوئی مسلمان قرآن پاک کو حفظ کرنے لگتا ہے تو شیطانی قوتیں اس پر بُری طرح حملہ کرتی ہیں۔ اسے ڈرا کر، تکلیف دے کر قرآن سے دور کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور پھر کمزور دِل اور اِیمان والا ان حملوں کی زد میں آ کر قرآن سے دور ہو جاتا ہے، لیکن میں یہ چال کام یاب نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ میں نے شیطان کے وار کا مقابلہ اسی قرآن سے کرنے کا سوچا۔'' سب ان کی باتیں غور سے سن رہے تھے۔ زید بھی سر جھکائے ادب سے ان کی باتیں سن کر مسکرا رہا تھا۔

''لیکن ابو! قرآن پاک سے کیسے؟'' آپی نے فوراً سوال کیا۔

''ابو! آپ نے سورہ بقرہ پڑھی ہو گی؟'' بھیا نے فوراً جواب نما سوال کیا۔

''نہیں میرے بچو! میں نے تو کچھ بھی نہیں پڑھا۔'' وہ پُرتجسس انداز میں مسکرا کر بولے۔

''کک......کیا!؟ آپ نے کچھ نہیں پڑھا تو پھر علاج کیسے ہوا؟'' امی جان مارے حیرت کے بول پڑیں۔

''یہ آپ کو زید بتائے گا۔'' انھوں نے زید کی طرف اشارہ کیا۔

''پہلے آپ سب مجھے ہدیہ میرے کمرے میں لا کر دیں، اس کے بعد میں آپ کو یہ انوکھا راز بتاؤں گا۔'' زید شرارت سے بولا اور وہاں سے بھاگ گیا۔

''اکابر علما کے مطابق ''سورۂ قلم'' کی آخری دو آیات (اول آخر درود شریف کے ساتھ اکیس مرتبہ) پڑھ کر دم کرنے سے ہر طرح کی نظر فوراً ختم ہو جاتی ہے۔ (معارف القرآن) ابو نے مجھے یہ آیات پڑھنے کے لیے کہا اور خود بھی پڑھ کر دم کیا اور جیسے ہی یہ آیات میں نے پڑھیں میرے دل سے سارا ڈر اور خوف ختم ہو گیا اور میرا دل دوبارہ قرآن پاک کی طرف مائل ہو گیا اور میں نے بھولا ہوا سارا پچھلا سبق بھی پکا یاد کر لیا۔'' سب سے ہدیہ لینے کے بعد زید نے خوشی خوشی بتایا۔

''بے شک! اللہ پاک کے کلام میں برکت اور شفا ہے۔'' امی دھیرے سے بولیں۔

''اور لازمی نہیں کہ کوئی اور ہی نظر لگائے، بل کہ والدین بھی جب اپنے بچوں کی کام یابی یا خوشی پر خوش ہوتے ہیں تو انجانے میں ہی سہی، لیکن ان کی بھی نظر لگ سکتی ہے، اس لیے ہو سکتا ہے کہ ہماری ہی نظر لگ گئی ہو۔'' فردوس صاحب نے ان سب کو کسی سے بھی بدگمان ہونے سے بچاتے ہوئے وضاحت کر دی۔ امی سمیت سب نے دھیرے سے سر ہلایا اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

بقیہ: اعجاز اور قائداعظم

سوچا۔ محمد اقبال نے تصورِ پاکستان بہترین انداز میں پیش کیا۔

ٹیبلو کا آخری منظر ماؤنٹ بیٹن اور قائداعظم کے درمیان تھا جو بہت خوب صورت انداز سے پیش کیا گیا۔ قائداعظم کے کردار میں اعجاز نے جوش وخروش کے ساتھ پاکستان کے حصول میں کی گئی قربانیوں کا ذکر کیا۔ قائد کی کوششوں کو، ان کے جذبے کو بیان کیا۔ قائداعظم کی نوجوانوں اور بچوں سے امیدوں کو ذکر کیا کہ انھوں نے اس ملک کو سنبھالنا ہے۔

یہ تمام باتیں اعجاز نے اتنے بہترین انداز میں پیش کیں کہ پورا ہال کھڑے ہو کر اس ننھے بچے کو شاباش دے رہا تھا۔ اس وقت اعجاز کو ان کہے گئے الفاظ کی طاقت کا احساس ہوا۔ ان الفاظ نے اسے بدل دیا۔ اب گھر میں، اسکول میں سب اعجاز کو دیکھ کر حیران تھے کہ کیسے وہ ہر کام لگن اور محنت سے کرنے لگ گیا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ وہ اب ہر کام وقت پر کرنے لگا تھا، کیوں کہ اس نے جان لیا تھا کہ کام یابی انھیں ملتی ہے جو محنت کو اپناتے ہیں اور مقصد کو سامنے رکھتے ہیں۔ اسے اب قائد کی ہر بات پر عمل کر کے اپنے پیارے وطن پاکستان کے لیے کام کرنا تھا۔

بچو! اس کا نام بتانا ۶

جماعت اول تک کے بچے اس پہیلی کو بوجھ کر اس کا درست جواب ارسال کریں۔ بذریعہ قرعہ اندازی درست جوابات بھیجنے والوں میں سے تین پیارے بچوں کے گھر والوں کو انعام دیا جائے گا۔ جواب ۳۱، دسمبر ۲۰۲۰ء تک ہمیں موصول ہو جانا چاہیے۔

ریحان طائر۔ کراچی

میٹھی میٹھی چیز بنائے

پھولوں سے رس چوس کے لائے
میٹھی میٹھی چیز بنائے

مل جُل کر وہ رہنا جانے
ملکہ کی باتوں کو مانے

کام پہ روزانہ جاتی ہے
شام کو تھک کر گھر آتی ہے

جو بھی اُس کو کرتا ہے تنگ
مار کے اُڑ جاتی ہے وہ ڈنگ

بچو! اُس کا نام بتانا
کیا کہتا ہے اُس کو زمانہ

Made By Adan SARA
محمد ﷺ
ذوق شوق

الله
Made By Afifa Bilal

آمنہ پری
عبدالباسط
ایبٹ آباد
ذوق وشوق
ذوق وشوق
ناول
کہانیاں

محمد ﷺ
محمد عبداللہ چوہان

A CAR
حذیفہ اقبال
ذوق و شوق

ذوقِ مصوری

جنگل کہانی

تنزیلہ احمد۔ اوکاڑہ

جنگل میں سالانہ تقریب کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ سارا سال جنگل کے باسیوں کو میلے کا انتظار رہتا تھا اور کئی ماہ قبل ہی تقریب کے متعلق چہ میگوئیاں شروع ہو جاتی تھیں۔ اس بار ماسوائے شیر اور چیتے کے گروپ کے باقی سب کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ ہاتھی ٹیم کو لیڈ کر رہا تھا۔ اس نے جنگل میں گھوم پھر کر انتظامات کی تیاری کا جائزہ لیا، پھر سب کو ذمے داریاں بانٹ کر وہ آرام کرنے کی غرض سے اپنے گھر پہنچا ہی تھا کہ دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔

''اوہو! یہ کون آگیا؟'' بڑبڑاتے ہوئے اس نے دروازہ کھولا تو سامنے پریشان حال ریچھ کھڑا نظر آیا۔

''کیا ہوا؟ اتنے پریشان کیوں ہو؟'' ہاتھی نے اپنی سونڈ کو لہراتے ہوئے وجہ پوچھی تو ریچھ کہنے لگا:

''خبر ملی ہے کہ تقریب کی تیاری کا سُن کر شیر اور چیتا بہت غصے میں ہیں۔ انھوں نے آج زہریلے سانپ کو اپنی کچھار میں شکایت کرنے کے لیے بلایا تھا۔''

''ہم م م! مجھے اندازہ تھا کہ ایسا کچھ ہو سکتا ہے۔ آؤ، جنگل کی بیٹھک میں چل کر بات کرتے ہیں۔ باقی جانور بھی وہاں موجود ہوں گے۔'' ہاتھی جی، ریچھ کو ساتھ لیے بیٹھک میں پہنچے اور سب کے سامنے کھل کر ماجرا بیان کیا۔

زیبرے نے متانت سے کہا:

''یہ اچھی بات نہیں ہے۔ لڑائی جھگڑے کی نوبت نہیں آنی چاہیے۔ میں یہ سمجھا ہوں کہ چوں کہ شیر جنگل کا بادشاہ ہے، سو اُسے لگتا ہے کہ جو مرضی آئے کرتا رہے، کوئی اس سے سوال نہیں کر سکتا۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟ جنگل ہم سب کا گھر ہے۔ اس گھر کا سربراہ شیر ہے تو اُسے باقی گھر والوں کا احساس بھی کرنا ہوگا۔ شیر اور چیتے کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی ایک بُری حرکت کی وجہ سے جنگل کے باقی جانوروں کا دِل کتنا دُکھا ہے اور اسی وجہ سے ہم سب کو بھی غصہ ہے۔'' باتونی بندر نے اُچھلتے ہوئے اپنی رائے پیش کی۔ اس کا موڈ ابھی تک بہت خراب تھا۔

''باتونی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ جنگل میں اندھا قانون نہیں چلے گا۔ شیر جنگل کا بادشاہ ہے، اس لیے جنگل کے تمام جانوروں کی ذمے داری بھی اس پر عائد ہوتی ہے۔ شیر نے چیتے کو اپنا وزیرِ خاص بنایا ہوا ہے۔ ان دونوں کا فرض ہے کہ وہ جنگل کے ہر جانور کو اہمیت دیتے ہوئے اس کے حقوق کا خیال رکھیں۔'' چالاک لومڑی نے کہا تو سب جانوروں نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

ہوا کچھ یوں یہ تھا کہ چند روز قبل شیر کے جڑواں بچوں کا عقیقہ تھا۔ تمام جانور خوش تھے، مگر اس خوشی کی تقریب میں شیر نے چیتے کے

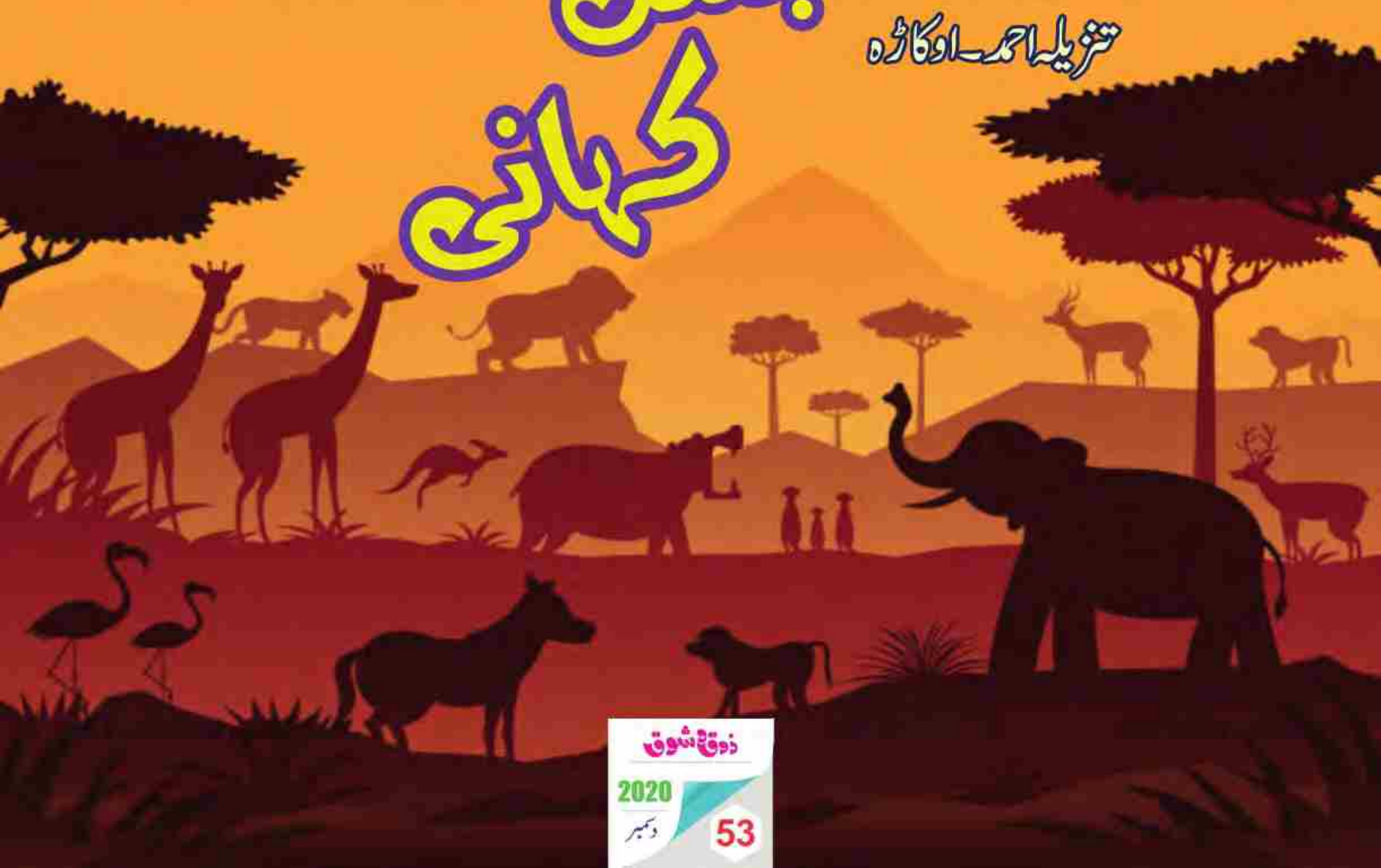

گھر والوں کے علاوہ کسی اور کو مدعو نہیں کیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ اعلیٰ اور ارفع ہیں، جب کہ باقی جانور اُن کی رعایا ہیں، اس لیے ان کی تقریب میں باقی جانوروں کا شامل ہونا ضروری نہیں ہے۔

اپنے بارے میں شیر کی چھوٹی سوچ جان کر تمام جانوروں کا دِل دکھا تھا۔ انھیں بہت غصہ آیا تھا اور اسی غصے کی وجہ سے ہاتھی جی کی سربراہی میں سب نے شیر سے مشورہ کیے بغیر سالانہ تقریب کی تیاری خود ہی شروع کر دی تھی۔

''دوستو! آپ جانتے ہیں کہ یہ جنگل ہم سب کا گھر ہے۔ یہاں ہمیں اختلافات بھلا کر اور مل جل کر رہنا چاہیے۔ شیر بادشاہ ہے، اسے چاہیے کہ اپنے رویے پر شرمندہ ہو اور وعدہ کرے کہ آئندہ دوسروں جانوروں کو نہ کمتر سمجھے گا اور نہ ہی ان کی دل آزاری کرے گا۔ جنگل کی سالانہ تقریب میں شیر اور چیتے کا شامل ہونا اَز حد ضروری ہے، ورنہ دوسرے جنگل کے جانور ہمارا مذاق اڑائیں گے۔ ہمیں کم زور سمجھیں گے اور دشمن اس ناچاقی کا فائدہ اٹھا کر جنگل پر حملہ بھی کر سکتا ہے۔ اس زاویے سے بھی سوچیں۔'' سمجھ دار اُلو کے کہنے پر سب جانور سوچ میں ڈوب گئے۔

آخر یہ پیغام شیر تک پہنچانے اور سمجھانے کی ذمے داری گلہری بی کی رہی۔ شیر اور چیتے کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ وہ بھی سمجھ گئے کہ جس گھر کا سربراہ گھر کے افراد سے مخلص نہیں ہوتا، ان کی عزت اور قدر نہیں کرتا، وہ گھر بکھر جاتا ہے۔

اگلے روز جنگل کی بیٹھک میں بادشاہ سلامت سمیت تمام رعایا موجود تھی۔ اپنے غیر اَخلاقی رویے پر شرمندہ ہوتے ہوئے شیر نے بادشاہ کی حیثیت سے غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگی اور وعدہ کیا کہ آئندہ سب کے حقوق اور عزت کا خیال رکھا جائے گا۔ شیر کے اس عمل کی وجہ سے سب جانوروں کی نظروں میں اس کا مقام اور بڑھ گیا۔

شیر کے رویے نے یہ ثابت کر دیا کہ اپنی غلطی مان کر معافی مانگنے سے کوئی چھوٹا نہیں ہو جاتا۔ باقی سب جانور بھی سیکھ گئے کہ غصے سے معاملات ہمیشہ بگڑتے ہیں، سدھرتے نہیں۔

اور جنگل کے تمام جانور یہ بھی سمجھ گئے کہ ایک دوسرے کا احترام کرتے ہوئے آپس کے صلاح مشورے سے مسائل حل کرنے اور مل جل کر رہنے میں ہی سب کی بھلائی ہے۔

ذہن لڑائیے

مندرجہ ذیل فقرات میں مختلف سبزیوں اور پھلوں کے نام پوشیدہ ہیں...... بوجھیے تو بھلا......

1. بس میں گو بھیڑ تھی، پھر بھی مجھے سیٹ مل گئی۔
2. میرے دوست نے کہا: ادھر آلو مڑی کا کھیل تجھے دکھاؤں۔
3. آج شام ٹرین لیٹ ہو گئی۔
4. مکھیوں کی بھن بھن ڈی۔ ایس۔ پی کو پریشان کر گئی۔
5. کیا آج تو ریل گاڑی کا سفر کرے گا؟
6. جن وانس اگر رب کی عبادت کریں تو کام یاب ہو جائیں۔
7. میں نے ایک بکرا گھر میں پال کر فروخت کیا۔
8. اللہ سب سے بڑا ہے۔
9. میں تیاری کر کے لاہور جا رہا ہوں۔
10. آج امیر الدین نے فجر کی نماز نہیں پڑھی۔
11. عرفان گورے رنگ کی بکری لایا۔
12. اگر منا نا روتا تو میں اسے باہر نہ دے جاتا۔
13. آخر کار میں نے آج شام رو دھو کر ہوم ورک کر ہی لیا۔

(حافظ محمد اشرف۔ حاصل پور)

KID'S

Collection shoes

New Arrivals
Now At Store

ذوق وشوق
میگزین ساتھ لانے
پراسپیشل
10%
ڈسکاؤنٹ

اسکول شوز ہر سائز میں۔۔۔ اچھے ماہ کی گارنٹی کے ساتھ۔۔۔

Shop No. 9, Star Centre, Near Chawla Centre,
Main Tariq Road Karachi. Ph: 021-34315359

NEW OPENING
HAND BAGS
20% OFF

She shoes

Shoes for ladies and kids

New Arrivals
Now At Store

10% OFF

ON ALL DISPLAY ITEMS

LIMITED TIME OFFER

SCHOOL SHOES & PT SHOES
AVAILABLE ONLY 790/=

FANCY CLUTCH
& WALLET

ذوق وشوق
میگزین ساتھ لانے
پراسپیشل
10%
ڈسکاؤنٹ

Shop No. 14-15, Lavish Mall, Opp. Rabi center,
Main Tariq Road, Karachi. Tel.: 0213-4547778, 0213-34327331

کوپن برائے
بلاعنوان ۱۶۰

نام: ________ ولدیت: ________
مکمل پتا: ________
فون نمبر: ________

کوپن برائے
ذوقِ معلومات ۵۹

نام: ________ ولدیت: ________
مکمل پتا: ________
فون نمبر: ________

سوال آدھا جواب آدھا ۱۵

نام: ________ ولدیت: ________
مکمل پتا: ________
فون نمبر: ________

کوپن برائے
بچو! اس کا نام بتانا ۶

نام: ________ ولدیت: ________
مکمل پتا: ________
فون نمبر: ________

کوپن برائے
قرآن کوئز ۴

نام: ________ ولدیت: ________
مکمل پتا: ________
فون نمبر: ________

مقابلۂ خوش خطی ۳

نام: ________ ولدیت: ________
مکمل پتا: ________
فون نمبر: ________

ہدایات: جوابات ۳۱، دسمبر ۲۰۲۰ء تک ہمیں موصول ہوجانے چاہییں ...... ☆ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا......

☆ کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والے جوابات قرعہ اندازی میں شامل نہیں کیے جائیں گے۔

پیارے بچوں کے لیے
پیاری کتابیں

مکتبہ بیت العلم

17 الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔
+92-321-4361131 ، +92-42-37112356

فدا منزل، نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی۔
+92-312-3647578 ، +92-21-32726509

ای میل: mbikhi.pk@gmail.com ، ویب سائٹ: www.mbi.com.pk

سلسلہ

تحفۃ الدعاء

دعا عظیم نعمت اور انمول تحفہ ہے، دعا اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس سے راز و نیاز کا ذریعہ ہے، دعا مایوسی میں امید کی کرن ہے، دعا کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے تمام مسائل حل کرواسکتے ہیں، اس دنیا میں کوئی بھی انسان کسی بھی حال میں دعا سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

اسی فکر کے پیشِ نظر "مکتبہ بیت العلم" نے تحفۃ الدعا سیریز کے نام سے ایک سلسلہ شروع کیا ہے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! اس سیریز کے چھ حصے شائع ہوچکے ہیں۔

MaktabaBaitulilm

بیتُ العِلم

Karachi Ph : 021-32726509
Lahore Ph : 042-37112356
www.mbi.com.pk